ماھنامہ صراطِ مستقیم برمنگھم

March 2024

رمضان

وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

SIRAT-E-MUSTAQEEM BIRMINGHAM

بیاد

مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ

مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ

Vol: 44 No. 05 March 2024

Shaban/Ramadan 1445 AH

جلد: 44 شمارہ: 05 مارچ 2024ء

شعبان/رمضان: 1445ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:
SIRAT-E-MUSTAQEEM
20 Green Lane, Small Heath,
Birmingham B9 5DB
Tel: 0121 773 0019
Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ
Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK
www.mjah.org.uk/siratemustaqeem
E-mail: info@mjah.org.uk

(نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں)

فکر و نظر

اداریہ

ماہ شعبان سے استفادہ اور ماہ رمضان کی تیاری

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبداللہ عواد جہنی

ہر طرح کی حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔ ہم اسی کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں، اسی پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہیں اور اسی سے معافی مانگتے ہیں۔ اپنے نفس کے شر سے اور اپنے برے اعمال سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرما دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہو آپ ﷺ پر۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾[آل عمران:102]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔“ (سورۃ آل عمران: 102)

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾

”لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔ اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو، اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔“ (سورۃ النساء:1)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا * يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

”اے ایمان لانے والو، اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو وہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے، تو اُس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔“ (سورۃ الاحزاب:70-71)

بعد ازاں! سب سے سچا کلام اللہ کی کتاب ہے۔ سب سے اچھا طریقہ نبی اکرم ﷺ کا طریقہ ہے۔ ایجاد کردہ عبادتیں بدترین کام ہیں۔ ہر ایجاد کردہ عبادت بدعت ہے۔ ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ہر گمراہی جہنم کی طرف لیجاتی ہے۔

اللہ کے بندو! یاد رکھو کہ تقویٰ بہترین سامان اور شاندار سرمایہ ہے۔ دنیا کی حقیقت پر غور کرو، کتنی آباد اور مہارت سے تیار کردہ زمینیں بہت جلد بے آباد اور ویران ہو جاتی ہیں، کتنے لوگوں کو دنیا کی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے، لوگ ان پر رشک کرتے ہیں، مگر جلد ہی وہ چل بستے ہیں، یا وہ نعمتیں چھن جاتی ہیں۔ جب کسی صاحب عقل پر یہ بات کھلتی ہے تو وہ اپنے پروردگار کی رضا کے لیے کوشاں ہو جاتا ہے اور اپنے بھلے رویے کو مزید بہتر بنا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿سَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ * الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

”دوڑ کر چلو اُس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اُس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے، اور وہ خدا ترس لوگوں کے لیے مہیا کی گئی * جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بد حال ہوں یا خوش حال، جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔“ (سورۃ آل عمران: 133-134)

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾

”دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی مغفرت اور اُس کی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین جیسی ہے، جو مہیا کی گئی ہے اُن لوگوں کے لیے جو اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے ہوں یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔“ (سورۃ الحدید:21)

یہ دوڑ نیکی کے کاموں میں پہل کرنے کی دوڑ ہے، چاہے وہ کام بظاہر چھوٹے ہی کیوں نہ لگیں، گناہوں

سے باز رہنے کی دوڑ ہے، چاہے وہ معمولی ہی کیوں نہ لگیں، اس دوڑ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کسی حکم کی تعمیل میں پیچھے نہ رہے، چاہے وہ کسی کام کو کرنے کا حکم ہو یا کسی کام کو چھوڑنے کا حکم ہو۔ کسی خبر کی تصدیق کا ہو یا کسی بات کو جھٹلانے کا ہو۔ تو کسی قسم کی نیکی سے پیچھے نہ رہو، کسی کو خبر نہیں کہ کون سی نیکی ہمیشہ کی نعمتوں کا ذریعہ بن جائے، کسی قسم کی نافرمانی کو ہلکا نہ سمجھو، کوئی معلوم نہیں کہ کون سی نافرمانی ہمیشہ کی بدبختی کا ذریعہ بن جائے، تو نیکی کے معاملے میں پیش قدمی کرو، تاکہ تم جنت اور رضائے الٰہی کے طالب بن سکو۔

اے مسلمانو! ہم اپنے مہربان پروردگار کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں کہ جو جس جگہ اور وقت کو چاہتا ہے، فضیلت سے نواز دیتا ہے، اس نے جہاں بعض گھڑیوں اور دنوں کو فضیلت والا بنایا ہے، اور ان میں بطورِ خاص کئی طرح کی عطائیں اور برکتیں رکھی ہیں، وہاں اس نے مہینوں میں ماہِ شعبان کو بھی فضیلت والا اور ایک عظیم مہینے کا مقدمہ بنایا ہے، کہ جس میں گناہ معاف ہوتے ہیں، عالمِ غیب کی رحمتیں ظاہر ہوتی ہیں، جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات بینات کے ذریعے اپنے احکام نازل فرمائے ہیں، جس میں نبی کریم ﷺ کو بہت سے معجزات سے نوازا گیا ہے، یہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں نیکیوں کے مواقع بڑھ جاتے ہیں، جس میں نیک اعمال کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے، اسی لیے وہ سب سے افضل مہینہ قرار پاتا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ آپ ﷺ سارے ماہِ شعبان کا روزہ رکھتے تھے، جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ

"إلا قليلًا"

"چند دنوں کے علاوہ۔"

آپ ﷺ ماہِ شعبان میں خاص طور پر زیادہ روزے اس لیے رکھتے تھے کہ اس مہینے میں اعمال رب العالمین کے ہاں پیش ہوتے ہیں، آپ ﷺ چاہتے تھے کہ جب ان کے اعمال پیش ہوں تو وہ روزے سے ہوں۔ اسی طرح ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس مہینے کی فضیلت سے اکثر لوگ غافل رہتے ہیں، کیونکہ یہ رجب اور رمضان کے بیچ میں آتا ہے، جیسا کہ امام نسائی اور امام احمد کی روایت میں ہے جسے آپ ﷺ کے محبوب اور آپ ﷺ کے محبوب کے بیٹے نے بیان کیا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس میں جتنی نیکیاں کر سکے، ضرور کرتا چلا جائے، کم از کم اس کے کچھ دنوں کا روزہ رکھے اور اللہ کریم و مہربان سے قبولیت اور مغفرت مانگے۔

سیدنا انس سے بیان کرتے ہیں:

"كان المسلمون إذا دخَل شهرُ شعبانَ انكبُّوا على المصاحف، فقرأوها وأخرجوا زكاةَ أموالهم؛ تقويةً للضعيف والمسكين على صيام رمضان"

"جب شعبان آتا تو مسلمان قرآن کی طرف متوجہ ہو جاتے، اس کی تلاوت کرتے جاتے اور اپنے اموال کی زکوٰۃ نکالنے لگتے تاکہ کمزوروں اور مسکینوں میں بھی رمضان کے روزوں کی ہمت آجائے"

بعض روایات میں شعبان کو ماہِ قرآن کا نام بھی دیا گیا ہے، یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ قرآن کریم کی تلاوت تو ہر وقت میں اچھی اور مطلوب ہے، مگر بابرکت مواقع اور فضیلت والے مقامات پر اس کی فضیلت بڑھ جاتی ہے۔

یاد رہے کہ

نیکیوں میں بہترین نیکی، کہ جس کے ذریعے لوگوں کو بلند درجات حاصل ہوتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، الوہیت، اور اس کے اسماء وصفات کا اقرار ہے، نماز قائم کرنا اور رشتہ داروں، بیواؤں، یتیموں، فقیروں اور محتاجوں کو صدقات دینا ہے۔ تو اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو، اس بابرکت مہینے کی آمد پر اللہ کا شکر ادا کرو۔ یاد رکھو کہ فضیلت کے اعتبار سے اوقات مختلف ہوتے ہیں، اس لیے نیکیوں کے ذریعے انہیں بھرنا چاہیے، ان میں خوب بھلائیاں کرو، کیونکہ نفس تو سستی اور راحت پسندی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اس لیے خواہشاتِ نفس کی مخالفت کرو اور انہیں حق کے تابع کرو۔ یہ دنیا ہمیشہ کی قیام گاہ نہیں ہے، اس لیے اس کے فریب میں نہ آؤ، سمجھ دار اور دانشمند اس میں اپنی قیام گاہ کو کبھی اچھا اور مزے دار نہیں سمجھتا، لہٰذا تم اس کی صحبت چھوڑ دو اور اس سے دور ہو جاؤ، فضیلت والے اوقات میں مزید محنت کرو، اس میں موجود نفیس ذخائر سے مستفید ہوتے جاؤ۔

اللہ مجھے اور آپ کو ان لوگوں میں شامل فرمائے جنہیں اس نے قبولیت سے نوازا اور جن کے گناہ معاف فرمائے۔ اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور بہترین عبادت میں ہماری مدد فرما۔

میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ میں اللہ سے اپنے لیے اور آپ کے لیے ہر گناہ اور غلطی کی معافی مانگتا ہوں۔ آپ بھی اسی سے معافی مانگو۔ یقیناً! وہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

ہر طرح کی حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو صاحب فضل و نوازش ہے۔ اسی نے مہربانی فرما کر ہمیں نیکی کے مواقع سے نوازا ہے، تاکہ ہر وقت ہم اس کی فرمان برداری پر قائم رہیں۔

میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ لوگوں میں سب سے بڑھ کر پرہیز گاری والے ہیں، مخلوقات میں سے زیادہ عبادت گزار ہیں۔ اللہ کی رحمتیں ہوں آپ ﷺ پر، اہل بیت پر اور صحابہ کرام پر، جو کہ اللہ کی

عطاؤں سے لطف اندوز ہونے والے ہیں، تابعین پر اور استقامت کے ساتھ ان کے نقش قدم پر چلنے والوں پر مخلوقات کی بعثت تک سلامتیوں کا نزول جاری رہے۔

بعد ازاں! اللہ کے بندو!

اللہ سے یوں ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے! تنہائی اور مخفی چیزوں میں اسے یاد رکھو۔ نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو، گناہوں اور زیادتی پر تعاون نہ کرو، اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اسی کا رخ کرو، صرف اسی سے مدد اور نصرت مانگو، کسی اور سے نہ مانگو۔ کیونکہ جو اللہ پر بھروسا کرتا ہے، اللہ اسے بچاتا ہے، جو غیر اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، وہ اسی کے حوالے کر دیا جاتا ہے، جو غیر اللہ کے حوالے کر دیا جائے، وہ رسوا ہو جاتا ہے۔

کتاب اللہ کی پیروی کرو، یہ آپ کو سیدھا راستہ دکھائے گی، سنت نبی پر قائم ہو جائے، کامیاب اور سعادت مند بن جاؤ گے۔ بھلے طریقے سے اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرو، تمہیں توفیق، کامیابی اور نصرت حاصل ہو جائے گی۔ تھوڑی چیز جو آپ کے لیے کافی ہو جائے، ان زیادہ چیزوں سے بہتر ہے جو آپ کو پریشان اور مصروف کر دیں۔

﴿إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ﴾ (سورۃ الانعام:134)

”تم سے جس چیز کا وعدہ کیا جارہا ہے وہ یقیناً آنے والی ہے اور تم اللہ کو عاجز کر دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔“

اللہ کے بندو! کثرت سے درود وسلام بھیجو اس ہستی پر کہ جو قیامت کے ہولناک موقع پر سارے لوگوں کے نجات دہندہ ہوں گے۔ ہمارے نبی، ہمارے سفارشی، محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر سلامتی نازل فرما۔

اے اللہ! خلفائے راشدین سے راضی ہو جا! اور تمام صحابہ کرام سے، آپ ﷺ کے پاکیزہ اہل بیت سے، تابعین سے اور قیامت تک ان کے نقش قدم پر چلنے والوں سے راضی ہو جا۔

اے اللہ! ان کی محبت سے ہمیں نفع پہنچا، قیامت کے دن ہمیں ان کے گروہ میں اٹھانا، ہمیں ان کے طریقے کے خلاف جانے والا نہ بنا! اے سب سے بڑھ کر کرم فرمانے والے!

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کی تائید فرما! اپنے فضل و کرم سے حق و دین کے کلمہ کو بلند فرما۔

اے اللہ! تمام مسلمان حکمرانوں ان کاموں کی توفیق عطا فرما جن میں ان کی رعایا اور ملکوں کی فلاح و بہبود ہے۔

اے اللہ! ہمارے ملک اور تمام مسلمان ممالک کو اپنے پردے میں رکھ۔ اسی طرح سارے اسلامی ممالک کو بھی اپنی حفاظت عطا فرما!

اے اللہ! تیری ناراضگی سے ہم تیری خوشنودی کی پناہ میں آتے ہیں، تیری سزا سے ہم تیری معافی کی پناہ میں آتے ہیں۔ تجھ سے تجھ ہی کی پناہ میں آتا ہوں۔ ہم تیری تعریف بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ تو ویسا ہی ہے جیسا تو نے بتایا ہے۔

اے اللہ! ہمارے اعمال کی وجہ سے ہمیں سزا نہ دینا، نا سمجھ لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے ہمیں مت پکڑنا۔ پریشان کرنے والی ہر چیز سے ہماری حفاظت فرما۔ ہماری تائید کرنے والا اور نصرت کرنے والا بن جا۔

اے اللہ! فلسطین کے کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما!۔

اے اللہ! ہم تجھ سے معافی مانگتے ہیں! تو معاف فرمانے والا ہے! ہم پر آسمان کی موسلا دھار بارش نازل فرما۔

اے اللہ! ہم پر بارشیں برسا! اے اللہ! ہم بھی تیری مخلوق ہیں۔ گناہوں کی وجہ سے ہمیں اپنے فضل سے محروم نہ فرما۔

اے اللہ! ہمیں ہمارے رزق میں برکت عطا فرما، اے پروردگارِ عالم! ہمیں مزید رزق حلال نصیب فرما۔

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

”اے اللہ! ہم سے قبول فرما! یقیناً! تو سننے اور جاننے والا ہے۔“(سورۃ البقرہ:127)

﴿وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾

”ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما، تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔“(سورۃ البقرہ:128)

﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ * وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ * وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

”پاک ہے تیرا رب، عزت کا مالک، اُن تمام باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں اور سلام ہے مرسلین پر اور ہر طرح کی تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہی ہے۔“(سورۃ الصافات:180-182])

☆☆☆

حاسد اور سچا باکمال

محدث عبد العزیز الطریفی بیان فرماتے ہیں کہ

الحاسد من يظن أن محاسنه لا تظهر إلا بإظهار مساوىء غيره، والصادق لا يرى أن فضل غيره يمنع من ظهور فضله، فضياء الشمس لا يحتاج إلى مغيب القمر.

”حاسد یہ سمجھتا ہے کہ جب تک دوسرے کے نقائص ظاہر نہ ہوں، اس کے محاسن اجاگر نہیں ہو سکتے؛ سچا باکمال اس پر یقین نہیں رکھتا کہ دوسرے کی خوبی اس کے ہنر کو آشکارا ہونے سے روک سکتی ہے کہ سورج کی تابانیاں اپنے ظہور میں غروبِ قمر کی محتاج نہیں ہیں۔“

رمضان اور فضائل رمضان

روزہ! اصلاح نفس اور روحانی ارتقاء کے لیے بہترین علاج

مولانا محمد عبدالحفیظ اسلامی

اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ پر ایمان رکھنے والے بندوں سے ان کا رب تعالیٰ اور معبود حقیقی بہت زیادہ محبت رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر جس طرح دنیا میں ہمیں اپنی عمارتیں، سواریاں محبوب لگتی ہیں اور ہمیں ان کی درست حالت پسند ہے، ٹھیک اسی طرح تمام انسانوں کا مالک سارے انسانوں کو درست حالت میں دیکھنا چاہتا ہے۔ جس طرح ہم اپنی عمارتوں و دیگر املاک کو ہمیشہ درست حالت میں رکھنے کیلئے ہر وقت متوجہ رہتے ہیں اور ان کی داغ دوزی پر توجہ دیتے ہیں اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ
یہ گرنے چھڑنے تباہ ہونے اور ضائع ہونے سے بچے رہیں، ٹھیک یہی حال انسانوں کے مالک کا ہے کیونکہ وہ انسانوں سے، دنیا کی ستر ماؤوں سے زیادہ پیار کرتا ہے اور اس کے جو مسلم بندے ہوتے ہیں، ان سے اور بھی زیادہ پیار کرتا ہے، اسی محبت کا تقاضہ تھا کہ وہ وقت کے انبیاء کے ماننے والوں کے علاوہ نبی آخری الزماں ﷺ پر ایمان لانے والوں کیلئے بھی ان کی ارتقاء کا سامان یوں مہیا کر دیا کہ

” اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے کے انبیاء کے پیروں پر فرض کر دیئے گئے تھے تا کہ اس کے ذریعہ تمہارے اندر تقویٰ کی روش پیدا ہو۔“

حقیقت یہ ہے کہ جو بندہ جس قدر اللہ سے ڈر کر اور اس کی نافرمانی کے انجام بد سے خوف کھاتے ہوئے زندگی بسر کرے گا، وہ اللہ کے نزدیک محترم و مکرم قرار دیا جائے گا۔

چنانچہ سورہ الحجرات میں یہ بات ارشاد فرمائی گئی کہ

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾

دوسری اہم چیز یہ ہے کہ اللہ نے اہل ایمان کو خیر امت کے اونچے مقام پر سرفراز فرمایا۔

ظاہر ہے کہ اس اونچی ذمہ داری کو ادا کرنے کیلئے اس امت کی تیاری بھی ضروری ہے۔ سب سے پہلی چیز اللہ کے حکم کے سامنے جھک جانا، فکر و نظر میں وسعت، خیالات میں پاکیزگی نصب العین میں استقامت، توکل علی اللہ اور صبر کے علاوہ انابت الی اللہ کی صفات امت خیر کیلئے ضروری چیزیں ہوتی ہیں، خیر کیلئے برپا کی گئی امت کی روحانی تربیت کا نام 'صوم' ہے جو انہیں ارتقائی منازل طے کرنے میں ایک نسخہ اکسیر کا کام کرتا ہے اور یہ نسخہ اس حکیم و دانا کا تجویز کردہ ہے جو ساری کائنات کا تنہا خالق و مالک ہے جو اپنے بندوں میں پائی جانے والی بیماری اور اس کے علاج سے پوری طرح واقف ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے تحت سال میں ایک مرتبہ ماہ صیام کو لاتے رہتا ہے تا کہ اہل ایمان کی اچھی طرح مشق کروائی جائے اور اس ماہِ تربیت کے ایام گنے چنے رکھے گئے ہیں اس سلسہ میں ارشاد یوں ہوا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (سورہ بقرہ:183)

روزہ کے ذریعہ سے امت خیر کے افراد کا اپنے پورے وجود کے ساتھ تزکیہ مقصود ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ روزہ صرف پیٹ کا یا کسی ایک خاص عضو کا نہیں ہوتا بلکہ پورے جسم کا ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خیر امت کے لقب سے نوازی گئی امت کے افراد کی زندگی کے ہر پہلو سے خیر و خوبی کے مناظر عام طور پر ظاہر ہوتے رہیں تا کہ ان کی شب و روز کی حیات کو دیکھ کر لوگ اسلام کی تصویر جان لیں اور اس کی حقانیت کی شہادت دینے والے بن جائیں۔ اس طرح روزہ اہل ایمان کو صبر سکھاتا ہے، خیر امت کے منصب پر فائز گروہ کیلئے صبر ایک انتہائی اہم چیز ہے کیونکہ

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ کا عمل ایک ایسا عظیم کام ہے جس میں اللہ کے باغیوں کے ساتھ ہمیشہ ایک کشمکش کا اور مخالفت کا سامنا کرنا ہوتا ہے اور اللہ پر ایمان لانے کے بعد ہر وقت شیطان ملعون سے بھی سابقہ رہتا ہے، لہٰذا اپنے ایمان پر ثابت قدمی اور باطل گروہوں کے ہر ہتھکنڈے سے مقابلہ کیلئے جو چیز اہم ہے وہ ہے صبر، صبر کے معنی صرف یہی نہیں ہے کہ حالات ساز گار ہو تو ہی دین کا کام کیا جائے ورنہ نہیں، صبر تو یہ ہے کہ ہر حال میں کلمہ حق کو بلند کرنے اور کلمات کفر کو پست کرنے کیلئے جب بھی موقع مل جائے، ایک لمحہ بھر کیلئے بھی اسے خالی نہ چھوڑا جائے، جب اہل ایمان اپنا نصب العین اقامت دین بنا لیتے ہیں اور اپنے خیر امت ہونے کا حق ادا کرنے کیلئے میدان عمل میں اترتے ہیں تو ہر طرف سے اول اول مخالفت ہوتی ہے اور اس مخالفت کا حکیمانہ انداز میں جواب دیا جاتا ہے تو اس میں سب سے بڑی چیز صبر ہی کی ہوتی ہے اسی لئے نبی ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو صبر کرنے کی بہت زیادہ تاکید فرمائی۔ خدا کے باغیوں اور نافرمانوں کا یہ مزاج ہوتا ہے کہ حق کے مقابل اس کے پاس

کہنے کو کچھ بھی نہیں ہوتا، سوائے تکرار اور بے دلیل باتوں کے جب یہ بھی ختم ہوجاتی ہیں تو وہ لڑائی جھگڑے پر آمادہ ہو جاتا ہے کبھی بھبکیاں دی جاتی ہیں، گالی گلوچ مارپیٹ الزام تراشی، برے القاب سے نوازہ جانا یہ ایسا موقع ہوتا ہے کہ اس میں داعی گروہ، خیر امت کے اعلی منصب پر فائز لوگ اور اہل ایمان کی سخت آزمائش ہوتی ہے اگر یہ کسی بھی طرح کی دھونس کی پرواہ کئے بغیر اور گالی کا جواب گالی سے نہ دیتے ہوئے احسن طریقے کو اپنالے تو یہ ان کی کامیابی ہے اور اس کا سرچشمہ صبر ہے۔ باطل گروہ کا مذکورہ بالا ہتھکنڈہ جب داعی گروہ کے سامنے کند پڑ جاتا ہے تو پھر ایک نئے طریقے سے خیر امت کے افراد کو اور مومنانہ کردار اور داعیانہ اوصاف کے ساتھ زندگی بسر کرنے والوں کو مختلف لالچ دی جاتی ہے یعنی جب لوہے کی زنجیر کارگر ثابت نہ ہو تو پھر یہ لوگ سونے اور چاندی کی زنجیر میں جکڑنے کی کوششیں کرتے، اس طرح کے موقع پر بھی اہل ایمان اپنے دین و ایمان کا سودا نہیں کرتے اور اپنے مقصد وجود اور نصب العین پر کار بند رہتے ہیں، کیونکہ انہوں نے رمضان المبارک کے ماہ مقدس میں ایسی تربیت حاصل کی کہ حالت روزہ میں محض اللہ کے حکم پر حلال وطیب چیز کو بھی چھوڑ دیا تھا اور جب ان کے ساتھ کوئی لڑائی جھگڑے پر آمادہ ہوا اور گالی گفتار پر کمربستہ ہوا تو یہ صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ بھائی میں روزے سے ہوں اور میں تمہاری جہالت و نادانی کا جواب نہیں دے سکتا اور نہ ہی ناپاک و حرام چیزوں کو قبول کرسکتا علاوہ ازیں روزہ کے ذریعہ اللہ تبارک تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا احساس جاگ اٹھتا ہے جو ایک اہل ایمان کیلئے ضروری ہے کیونکہ جہاں پر اللہ کے ہر وقت ناظر ہونے کا احساس ختم ہوا یا پھر اس میں کمی واقع ہوگئی تو پھر انسان شیطان کے ہتے چڑھ جاتا ہے یہی وہ احساس ہے جو روزے کے ذریعہ اہل ایمان اپنے اندر روحانی ارتقاء کا سامان فراہم کرتے ہیں اور روزے کا مقصود بھی یہی ہے۔ مثلاً روزہ کی حالت میں انسان اگر کچھ چھپ چھپا کر کھا پی لے تو اسے دیکھنے والا کوئی نہیں رہتا لیکن ایک صائم (روزہ دار) ایسا عمل ہرگز ہرگز نہیں کرتا کیونکہ روزے کے ذریعہ خیر امت کے افراد اس اونچے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ کوئی دیکھے نہ دیکھے، خدا کی ذات کا ان پر نظر رکھا جانا انہیں ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ اس طرح إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا کی کیفیت کے ساتھ ان کے شب و روز گزرنے لگتے ہیں روزہ ایمان والوں کے اندر اجتماعیت کے علاوہ نظم کا پابند اور احکام الٰہی کا خوگر اور نفس کی بندگی سے بچاتا ہے کیونکہ سحر و افطار کا جو بھی وقت متعین ہوتا ہے اس کی پابندی سب لوگوں پر لازمی ہے اپنی مرضی و سہولت کا اس میں ہرگز کوئی دخل نہیں ہوتا، اس طرح ان کی زندگی سے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی تصویر صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے اور زندگی میں ہر کام وقت پر کرنے کی اچھی طرح مشق ہوجاتی ہے، اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دے رکھا ہے کہ

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾

اس طرح سارے لوگ ایک ہی وقت میں سحر کرتے ہیں اور وقت متعینہ پر ختم کرتے اور دن بھر روزہ رکھتے ہوئے شام کے ایک مقررہ وقت پر افطار کرتے ہیں گویا کہ یہ ایک اجتماعیت کا مظاہرہ ہے اور نظم کی پابندی ہے جو اہل ایمان سے کروائی جارہی ہے۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے یہ تاکید فرمائی کہ «تَسَحَّرُوْا فَإِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً» (صحیح بخاری)

"سحری کھاؤ اس لئے کہ سحری میں برکت ہے۔"

اور اسی طرح افطار کے سلسلہ میں بھی آپ ﷺ نے رہنمائی فرمادی، سیدنا سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

ان رسول اللہ ﷺ قال لا یزاله الناس بخیر ما عجلوا الفطر (صحیح بخاری)

"رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ لوگ (اہل ایمان) اچھی حالت میں رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کریں گے۔"

گویا اس سے یہود کی ایجاد کردہ بدعات سے بچایا جارہا ہے کیونکہ ان کی مختلف بدعات میں یہ بات بھی شامل تھی کہ افطار میں تاخیر کی جائے۔

اس طرح رمضان کے روزے نظم کا پابند بناتے ہیں اور اجتماعیت کا درس دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے ارشادات کا پابند بناتے ہوئے بدعات سے بچنے کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ اس طرح خیر امت کے افراد میں نکھار پیدا ہوتا ہے تاکہ ایک صالح معاشرہ وجود میں آئے علاوہ ازیں روزہ کے ذریعہ لوگوں کے اندر خدمت خلق کا جذبہ ابھر کر آتا ہے اور روزہ کا مطلوب بھی یہی ہے کہ

اس کے ذریعہ معاشرے میں ہمدردی کا رجحان پیدا ہو تاکہ غریب و نادار بیوہ و لاچار، یتیم و بے سہارا لوگوں کیلئے راحت رسانی ہوتی رہے اور اس کے ذریعہ سے دعوت خیر کا کام آگے بڑھتا رہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے صدقات، و خیرات رشتہ داروں کی مدد اور عام مسلمانوں اور انسانوں کی خدمت کیلئے بہت زیادہ زور دیا ہے اور اس کے صلہ میں جو اجر عظیم اللہ کی طرف سے عطا کیا جائے گا۔ اس کی نشاندہی بھی فرمادی تاکہ لوگ خیرات کے عمل میں سبقت لے جائیں۔

اس طرح رمضان مبارک میں دن کے روزے کے

ذریعہ خیرات کی اٹھان ہوتی ہے پھر اس سے آگے رات کا قیام بھی ضروری قرار دیا جسے 'قیام اللیل' کہا جاتا ہے۔

یوں تو عام دنوں میں نماز پنجگانہ تو ہر مسلمان کیلئے لازمی شرط ہے اور یہ چیز ایمان و کفر میں امتیاز پیدا کرنے والی ہے لیکن اہل ایمان کو مزید روحانی قوت عطا فرمانے کیلئے تاکہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے رابطہ میں مزید اضافہ ہو اور اس کا قرب حاصل ہو، اس کے لئے یہ طریقہ بتلایا گیا کہ

رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھی جائے اور اس میں قرآن حکیم کو خوب پڑھا اور سنا جائے تاکہ اس کے (دستور حیات کے) احکامات پر عمل کیا جائے جو اللہ نے اپنے بندوں کیلئے ہدایت کا سامان فراہم کرنے کیلئے محمد ﷺ کے قلب اطہر پر نازل فرمایا، لہٰذا اس کی تلاوت کی جائے اسے سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور اس کی دعوت کو عام کیا جائے اور بندگان خدا تک اسے پہنچایا جائے تو عامۃ الناس کو حق و باطل میں فرق محسوس ہوگا۔

اس وقت قرآن کی دعوت کو عام کرنے کی سعی ہورہی ہے اور اس کے اچھے نتائج ظاہر ہورہے ہیں لیکن یہ کام خلفاء راشدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں جس تیزی کے ساتھ آگے بڑھا اب وہ کیفیت پائی نہیں جاتی، شائد یہ ہماری تربیت میں کچھ کمی واقع ہو گئی ہے یا پھر ہم قرآن حکیم کو صرف ثواب حاصل کرنے کی حد تک محدود کردیا ہے یا پھر اس پر کچھ خواص کو اجارہ داری حاصل ہو چکی ہے یا بعض لوگوں نے عوام کی تکیل اپنے ہاتھ میں رکھنے کیلئے قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھنے کی طرف راغب نہیں کیا اور کئی شرائط لگادی بلکہ تطہیر نفس و تزکیہ نفس کے خود ساختہ اور غیر مسنون طریقوں کو اس کی جگہ رائج کر دیا، جو ایک اصلاح طلب چیز ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اصلاح نفس، ارتقاء باطن و ظاہری حسنات کے حصول کیلئے قرآن مجید و فرقان حمید جیسی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور آپ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام اجمعین کی سیرت سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز کارگر نہیں ہو سکتی کیونکہ قرآن مجید لوگوں کو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے۔ گمراہی سے بچاتا ہے راہ ہدایت دکھاتا ہے اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے ارشادات گرامی اللہ تعالیٰ کے منشا کو واضح کرتے ہیں اور اللہ کی رضا و خوشنودی تک پہنچادیتے ہیں، یہ قرآن حکیم کا ہی کرشمہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات ہی کا نتیجہ تھا کہ

عرب کے جاہل لوگ جو اپنی ننھی ننھی لڑکیوں کو زندہ گاڑ دیا کرتے تھے وہ لڑکیوں کی قدر کرنے والے بنے، زنا، چوری، ڈاکہ زنی، یتیم کا مال کھانا، بیواوں پر زبردستی قابض ہونا، شراب خوری، جوا، آپسی لڑائیاں، قتل و خوں غارت گری ان ساری چیزوں کے خاتمہ کیلئے قرآن ہی وہ بنیادی چیز تھی جو ان کے اندر صالح تبدیلی واقع کردی اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات نے ہی ان کی زندگیوں میں ایک انقلاب عظیم برپا کردیا۔

الغرض رمضان المبارک ہمیں یہ موقع عطا کرتا ہے کہ ہم اس ماہ کی رحمتوں و مغفرتوں اور جہنم سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ساعتوں سے فائدہ اٹھائیں اور قرآن حکیم کی خوب تلاوت کریں اور علماء حق و مفسرین عظام نے دین کی باتوں کو عام کرنے کیلئے قرآن حکیم کے تراجم کردیئے ہیں اور اس کے مفاہیم کو عام کرنے کیلئے آسان سے آسان تفسیریں کرچکے اور الحمد اللہ تقریباً ہر زبان میں قرآن حکیم کے تراجم ہو چکے جس کی قدر کرنی چاہئے اور ان تراجم کو مسلمانوں کے علاوہ اپنے برادران وطن تک پہنچانا ہم سب کی ذمہ داری ہے، کیونکہ یہ کتاب مجید 'ھدی للناس' اور 'والفرقان' ہے جو رمضان کے مہینے کے آخری عشرے کی برکت والی رات میں نازل ہوئی ہے۔

☆☆☆

دوستی اور تعلق کے شرائط

شَرْطُ الصُّحْبَةِ:

1- إِقَالَةُ الْعَثْرَةِ.

2- وَمُسَامَحَةُ الْعِشْرَةِ.

3- وَالْمُوَاسَاةُ فِي الْعُسْرَةِ.

1۔ لغزشوں سے در گزر؛

2۔ میل جول میں نرمی؛

3۔ اور تنگی میں ہم دردی اور غم خواری۔"

(الآداب الشرعیۃ لابن مفلح: 3/453)

☆☆☆

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ

"إذا رأيت العبد يقع في الناس إذا آذوه، ولا يرجع إلى نفسه باللوم والاستغفار، فاعلم أن مصيبته مصيبة حقيقية."

"جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ لوگوں کی اذیتوں پہ ان کے خلاف اقدامات تو کرتا ہے لیکن خود احتسابی کے طور پہ خود کو ملامت کرتا ہے اور نہ استغفار کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ یہ حقیقی مصیبت میں مبتلا ہے۔" (قاعدۃ فی الصبر: ص 95)

☆☆☆

امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"شعبان چوں کہ رمضان کے مقدمے کی حیثیت رکھتا ہے تو اس میں بھی وہی عبادات مقرر کی گئی ہیں جو رمضان میں ہیں، یعنی روزہ اور قرأتِ قرآن تاکہ رمضان سے ملاقات کی تیاری ہو جائے اور انسانی نفوس رب رحمان کی اطاعت کے عادی ہو جائیں۔"

☆☆☆

اذکار ووظائف

نمازوں کے بعد کے ثابت شدہ اذکار

حسان بن عبد الغفار

ذکر اللہ رب العزت کی سب سے بڑی عبادت ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ﴾(سورۃ العنکبوت:45)

”اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔“

نیز تمام عبادتوں میں سب سے آسان بھی ہے۔

وہ اس طور سے کہ نہ تو اس کے لئے وضو کی ضروت ہے، نہ قبلہ رخ ہونے کی ضرورت ہے، نہ ہی مسجد جانے کی ضروت ہے بلکہ انسان جب چاہے جہاں چاہے اللہ رب العزت کا ذکر کر سکتا ہے۔

ساتھ ہی سب سے زیادہ ثواب حاصل کرنے والا عمل ہے حتی کہ سونے چاندی کو خرچ کرنے اور اللہ کے راستے میں گردن کاٹنے اور کٹانے سے بھی زیادہ افضل اور اکبر ہے۔(جامع ترمذی:3377)

ذکر واذکار میں سے کچھ مطلق ہیں یعنی آپ انہیں کبھی بھی پڑھ سکتے ہیں جیسے:سُبْحَانَ اللهِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ وغیرہ۔

اور کچھ بعض اوقات کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسے: صبح وشام کے اذکار۔

لہذا وہ اذکار جو کسی وقت کے ساتھ خاص ہیں، ان میں ایک 'نماز کے بعد کے اذکار' ہیں۔

سو ان شاء اللہ ہم اس مضمون میں نماز کے بعد کے ثابت شدہ اذکار کو جاننے کی کوشش کریں گے۔

" اَللّٰهُ أَكْبَرُ "

”اللہ سب سے بڑا ہے۔“(صحیح بخاری:842)

نوٹ: بہت سارے علماء کرام نے سلام پھیرنے کے بعد "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" کہنے کو مشروع قرار نہیں دیا ہے ان کا کہنا ہے کہ حدیث میں صراحت کے ساتھ "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" کہنے کا ثبوت نہیں ملتا ہے بلکہ صرف "التَّكْبِيرِ" کا لفظ آیا ہے۔

جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

"كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ بِالتَّكْبِيرِ "(صحیح بخاری:842)

”میں نبی کریم ﷺ کی نماز ختم ہونے کو تکبیر کی وجہ سے سمجھ جاتا تھا۔“

چنانچہ لفظ 'تکبیر' کہہ کر کبھی "الله أكبر" کہنا مراد لیا جاتا ہے۔

اور کبھی کبھی ”مطلق اذکار“ بھی مراد لیا جاتا ہے۔

اور چونکہ فرض نمازوں کے بعد کے جو اذکار رسول اکرم ﷺ سے صراحت کے ساتھ ثابت ہیں ان میں "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" کا تذکرہ نہیں ہے؛ لہذا اس حدیث میں 'تکبیر' سے فرض نمازوں کے بعد کے مطلق اذکار مراد لئے جائیں گے۔

لیکن چونکہ 'تکبیر' سے عام طور پر "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" کہنا ہی مراد ہوتا ہے اس لئے یہاں بھی تکبیر سے "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" مراد لے کر اسے پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

تین مرتبہ استغفار۔ یعنی:"أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ" میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں وغیرہ کہے۔

جیسا کہ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

" كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا " (صحیح مسلم:591)

”رسول اکرم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار کرتے۔“

سوال: کن الفاظ اور صیغوں میں استغفار کیا جائے؟؟

جواب: اس سلسلے میں رسول اکرم ﷺ سے استغفار کے کوئی خاص الفاظ اور صیغے وارد نہیں ہوئے ہیں۔

اسی لئے مذکورہ حدیث کے راوی 'ولید' نے اپنے استاذ 'امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ' سے سوال کیا کہ کیسے استغفار کیا جائے تو انہوں نے جواب دیا کہ تم "أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ " کہو۔

لہذا آپ چاہیں تو تین مرتبہ " أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ " کہیں۔

یا پھر تین مرتبہ " أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ " بھی کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ ان الفاظ کے ذریعہ آپ ﷺ کثرت کے ساتھ استغفار کرتے تھے۔(صحیح بخاری: 6307)

اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

” اے اللہ ! تو ہی سلامتی والا ہے اور تیری طرف ہی سلامتی ہے ، تو بابرکت ہے اے بزرگی اور عزت والے۔“(صحیح مسلم:591)

بعض روایت میں "تَبَارَكْتَ" کے بعد 'یا' کا اضافہ بھی ہے۔

یعنی: " تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ " ۔

(مذکورہ حدیث اور سنن ابو داؤد:1512)

لہذا دونوں میں سے کوئی بھی پڑھ سکتے ہیں البتہ بہتر یہ ہے کہ کبھی 'یا' کے ساتھ پڑھیں اور کبھی بغیر 'یا' کے۔

نوٹ: اگر کوئی شخص امام ہے تو مذکورہ دونوں یا تینوں دعاؤں کو پڑھنے کے بعد مقتدی کی طرف چہرہ

کرے۔(صحیح مسلم:592)

ایک مرتبہ" لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ." (صحیح بخاری:844)

”اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت بھی اسی کی ہے اور تمام تعریف بھی اسی کے لیے ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جو تو دے اسے روکنے والا کوئی نہیں اور جو تو نہ دے اسے دینے والا کوئی نہیں اور کسی مال دار یا کوشش کرنے والے کو اس کی دولت یا کوشش تیرے مقابلے میں فائدہ نہیں دے سکتی۔“

لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ، وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ

”اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت بھی اسی کی ہے اور تمام تعریف بھی اسی کے لیے ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کی توفیق و مدد کے بغیر، (گناہ سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت نہیں ہے)، اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں، ہم اس کی عبادت کرتے ہیں، اسی کے لئے نعمت ہے، اسی کے لئے فضل ہے اور اسی کے لئے بہترین تعریف ہے، اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں، ہم اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہیں اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو۔“(صحیح مسلم:594)

"سُبْحَانَ اللَّهِ"33 مرتبہ۔"الْحَمْدُ لِلَّهِ"33 مرتبہ اور"اَللَّهُ أَكْبَرُ " 34 مرتبہ۔(صحیح مسلم:596)

یا پھر"اَللَّهُ أَكْبَرُ" کو بھی 33 دفعہ پڑھیں اور سو کی تعداد پوری کرنے کے لئے ایک مرتبہ" لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ "کہیں۔“ (صحیح مسلم:597)

یا پھر

"اَللَّهُ أَكْبَرُ" کو صرف 33 دفعہ ہی پڑھیں اور سو کی تعداد پوری نہ کریں۔(صحیح بخاری:843)

یا پھر25 مرتبہ"سُبْحَانَ اللَّهِ"۔25 مرتبہ"الْحَمْدُ لِلَّهِ" ۔25 مرتبہ"اَللَّهُ أَكْبَرُ" ۔اور25 مرتبہ" لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ " ۔ (سنن نسائی: 1350؛ سلسلہ صحیحہ: 1/210)

یا پھر سُبْحَانَ اللَّهِ"10 مرتبہ۔"الْحَمْدُ لِلَّهِ"10 مرتبہ۔اور"اَللَّهُ أَكْبَرُ" 10 مرتبہ۔

(سنن نسائی:1348؛ جامع ترمذی:3410)

سوال: ان پانچوں طریقوں میں سے کون سا طریقہ اختیار کریں؟

جواب: جب کوئی عبادت متعدد شکل میں وارد ہو تو ہر شکل کو وقفے وقفے سے اختیار کرنا چاہئے اس سے عمل میں نشاط بھی پیدا ہو گا اور ہر نص اور حدیث پر عمل بھی ہو جائے گا۔

جیسا کہ ضابطہ ہے : "العبادات الواردة على وجوه متنوعة تفعل على جميع وجوبها في أوقات مختلفة".(تلقیح الأفهام العلية بشرح القواعد الفقهية، ص:3)

لہٰذا کبھی پہلی شکل تو کبھی دوسری شکل تو کبھی تیسری شکل تو کبھی چوتھی شکل اور کبھی پانچویں شکل۔ تاکہ تمام نصوص پر عمل ہو سکے اور کوئی بھی نص متروک قرار نہ پائے۔

سوال : کیا متقدم حدیث کو متاخر حدیث کے ذریعہ منسوخ قرار نہیں دے سکتے؟

جواب: ہر گز نہیں!!!

اس لئے کہ نسخ کے اندر کسی ایک دلیل کا 'ابطال' لازم آتا ہے جبکہ کسی بھی شرعی دلیل کا 'ابطال' اس وقت تک جائز، نہیں ہو سکتا جب تک اس پر عمل ممکن ہو۔ اور یہاں پر ہر حدیث پر عمل کرنا ممکن ہے اور کسی بھی حدیث یا شکل پر عمل کرنے سے دوسری حدیث یا شکل کی مخالفت لازم نہیں آتی ہے۔

نیز اس سلسلے میں یہ ضابطہ مشہور ہے کہ "إعمال الدليلين أولى من إهمال أحدهما ما أمكن."(شرح سنن أبي داود لابن رسلان: 14/221؛ شرح قواعد الأصول ومعاقد الفصول للحازمي:13/28)

اگر دونوں دلیلوں پر عمل کرنا ممکن ہو تو کسی ایک کو چھوڑ دینے سے زیادہ بہتر ہے۔

سوال: کیا پانچوں حدیثوں یا شکلوں میں سے کسی حدیث یا شکل کو راجح قرار دے کر صرف اسی پر عمل کر سکتے ہیں؟

جواب: ترجیح کا معنی یہ ہوتا ہے کہ "مرجوح" دلیل کو مکمل طور سے باطل قرار دے دیا جائے۔

اور یہ نسخ سے بھی بڑا ہوتا ہے کیونکہ نسخ میں منسوخ حدیث پر ناسخ حدیث سے پہلے عمل ہوتا ہے جبکہ مرجوح میں بالکل عمل ہی نہیں ہوتا۔

لہٰذا جب نسخ درست نہیں ہو سکتا تو مرجوح بدرجہ اولیٰ درست نہیں ہو سکتا۔

سوال: کیا صرف ایک شکل پر عمل کر کے بقیہ شکلوں کو ترک کر سکتے ہیں؟

جواب: نہیں!

اس لئے کہ ایسی صورت میں دوسری شکلوں کا ابطال لازم آئے گا جو صحیح دلیلوں سے ثابت ہیں۔

" رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ، أَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ ".

”اے پروردگار! تو آخرت کے دن اپنے عذاب سے

مجھے بچا۔"(صحیح مسلم:709)

☆ایک ایک مرتبہ معوذتین یعنی: سورۃ الفلق، سورۃ الناس۔

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ 0 مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ 0 وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ 0 وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ 0 وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ .

"کہہ دو! میں صبح کے رب کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں، اس چیز کی برائی سے جو اس نے پیدا کیا ہے اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے اور گرہوں میں پھونک مارنے والیوں کے شر سے، اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔"

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ 0 مَلِكِ النَّاسِ 0 إِلَهِ النَّاسِ 0 مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ 0 الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ 0 مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ.

"کہہ دو! میں لوگوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں، لوگوں کے مالک کی، لوگوں کے معبود کی، وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔" (جامع ترمذی: 2903؛ سنن ابوداؤد:1513؛ سنن نسائی:1336)

نوٹ: بعض علماء نے سورۃ اخلاص کو بھی معوذات والی سورتوں میں شمار کیا ہے۔

اس اعتبار سے سورۃ اخلاص پڑھنے کی بھی گنجائش نکل سکتی ہے۔

مگر جو بات راجح معلوم ہوتی ہے وہ یہی کہ سورۃ اخلاص 'معوذات' میں داخل نہیں ہے۔ واللہ اعلم

اسی طرح بعض کتابوں اور پوسٹروں میں 'معوذات یعنی: سورۃ الفلق، سورۃ الناس یا سورۃ اخلاص کو 'مغرب، اور 'فجر' کے بعد تین تین مرتبہ پڑھنے کو کہا گیا ہے جو کی درست نہیں ہے اور کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

☆ایک ایک مرتبہ آیۃ الکرسی:

اللَّهُ لا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ وَلا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

"اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، وہ زندہ اور بذات خود قائم رہنے والا ہے، نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملکیت ہے، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے پاس سفارش کر سکے، وہ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سمائے ہوئے ہے اور ان دونوں کی حفاظت اسے تھکاتی نہیں، وہ بلند و برتر اور عظمت والا ہے۔" (السنن الکبری: 9928؛ طبرانی:8/134، رقم الحدیث:7532)

مگر ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:" وقد روي هذا الحديث من حديث أبي أمامه وعلي بن أبي طالب وعبد الله بن عمر والمغيرة بن شعبة وجابر بن عبد الله وأنس بن مالك وفيها كلها ضعف ولكن إذا انضم بعضها إلى بعض مع تباين طرقها واختلاف مخارجها دلت على أن الحديث له أصل وليس بموضوع."(زاد المعاد في هدي خير العباد:1/294)

"یہ حدیث ابو امامہ، علی بن ابی طالب، عبد اللہ بن عمر، مغیرۃ بن شعبہ، جابر بن عبد اللہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے اور سب کی سب ضعیف ہیں البتہ اگر روایت کے طرق اور مخارج کو باہم مختلف ہونے کے باوجود بھی ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل (حقیقت) ہے اور موضوع نہیں ہے۔"

اسی وجہ سے بہت سارے علماء نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

ان کے علاوہ کوئی اور ذکر فرض نمازوں کے بعد ثابت نہیں ہے۔

یہاں پر کچھ دعائیں ایسی ہیں جن کے سلسلے میں بہتر یہ ہے کہ انہیں سلام پھرنے سے پہلے تشہد میں پڑھا جائے، مگر عام طور پر لوگ انہیں سلام پھیرنے کے بعد پڑھتے ہیں۔

☆"اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ"

"اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور اپنی بہترین عبادت کے سلسلہ میں میری مدد فرما۔"

سوال: اس دعا کو سلام پھیرنے سے پہلے کیوں پڑھا جائے جبکہ حدیث میں" دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ "کے الفاظ آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز مکمل کرنے کے بعد پڑھنا ہے۔

جیسا کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:"أُوصِيكَ يَا مُعَاذُ، لَا تَدَعَنَّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ تَقُولُ : " اللَّهُمَّ أَعِنِّي ... (سنن ابوداؤد:1522)

"اے معاذ! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں: ہر نماز کے بعد (یہ دعا) پڑھنا کبھی نہ چھوڑنا...۔"

جواب: اس کے دو وجوہات ہیں:

پہلی وجہ: فرض نمازوں کے بعد کی تعبیر کے لئے بعض احادیث میں" دُبُرُ الصَّلَاةِ "کا جو لفظ وارد ہوا

ہے اس کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے۔
1۔ سلام پھیرنے سے قبل نماز کے آخری حصہ پر۔
2۔ سلام پھیرنے کے بعد کے اوقات پر۔
لہٰذا جب کسی حدیث میں "دُبُرُ الصَّلَاةِ: نماز کے بعد" کا لفظ آئے تو اس سے کبھی سلام پھیرنے سے قبل نماز کا آخری حصہ مراد ہوتا ہے اور کبھی سلام پھیرنے کے بعد کا وقت مراد ہوتا ہے۔(شرح الباقیات الصالحات من الأذکار بعد الصلوات للعصیمی ص:9)
سوال: کیسے معلوم ہوگا کہ فلاں حدیث میں "دُبُرُ الصَّلَاةِ" سے سلام پھیرنے سے قبل نماز کا آخری حصہ مراد ہے اور فلاں حدیث میں سلام پھیرنے کے بعد کا وقت مراد ہے؟
جواب: ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ما قيد بدبر الصلاة فإن كان ذكرًا فمحله بعد السلام، وإن كان دعاء فمحله قبل السلام".(فتاوی نور علی الدرب للعثیمین:24/2)
"جن کلمات اور صیغوں کے ساتھ "دبر الصلاۃ" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اگر ان کلمات اور صیغوں کا تعلق اذکار سے ہے تو ایسی صورت میں ان (کو پڑھنے) کا محل سلام پھیرنے کے بعد کا وقت ہے اور اگر ان کلمات اور صیغوں کا تعلق دعاؤں سے ہے تو پھر (ان کو پڑھنے) کا محل سلام پھیرنے سے قبل نماز کے آخری حصہ سے ہے۔" (مزید تفصیل کیلئے: مجموع فتاوی ابن باز:194/11؛ مجموع فتاوی ابن عثیمین:268/13)
دوسری وجہ: نیز سنن نسائی میں صراحت بھی موجود ہے۔
چنانچہ اس کے الفاظ ہیں: " فَلَا تَدَعْ أَنْ تَقُولَ فِي كُلِّ صَلَاةٍ:رَبِّ أَعِنِّي... " (سنن نسائی:1303)
"ہر نماز کے اندر اسے پڑھنا نہ چھوڑنا...۔"
☆اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ".
"اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ عمر کے سب سے ذلیل حصے (بڑھاپے) میں پہنچا دیا جاؤں اور تیری پناہ مانگتا ہوں میں دنیا کے فتنوں سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے۔" (صحیح بخاری:2822)
اس کے الفاظ اس طرح ہیں:"إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُنَّ دُبُرَ الصَّلَاةِ : " اللَّهُمَّ إِنِّي ... "۔
لیکن چونکہ اس کے الفاظ اور کلمات 'دعائیہ' ہیں ذکر واذکار والے الفاظ نہیں ہیں اس لئے اس دعا کو سلام پھیرنے سے پہلے ہی پڑھنا بہتر اور مناسب ہے۔
نیز اسی سے ملتی جلتی ایک حدیث ان الفاظ میں ہے: "إِذَا تَشَهَّدَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنْ أَرْبَعٍ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ." (صحیح مسلم:588)
"جب تم میں سے کوئی نمازی تشہد پڑھ چکے تو ان چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے: جہنم کے عذاب، قبر کے عذاب، زندگی اور موت کی آزمائش اور مسیح دجال کے شر سے۔"
اس سے اشارہ ملتا ہے کہ اس طرح دعا اور تعوذ پر مشتمل الفاظ کو پڑھنے کا محل سلام پھیرنے سے پہلے تشہد ہے۔
☆ اَللَّهُمَّ إِنِّي أعوذُ بكَ مِن الكُفرِ، والفَقرِ، وعَذابِ القَبرِ."
"اے اللہ! میں کفر، فقر اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔" (سنن نسائی:1347)
سوال: کیا دعا اور ذکر کے درمیان فرق ہے اور اگر ہے تو کیسے تفریق کریں گے؟
جواب: دعا کی دو قسمیں ہیں:
1۔ دعائے عبادت: اس میں انسان کے وہ تمام اقوال وافعال شامل ہیں جو اطاعت الٰہی کی نیت سے ادا کئے جائیں۔
2۔ دعائے حاجت یا مسئلہ: جس میں طلب اور سوال ہو جیسے:"رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيْرًا"
چنانچہ عموماً ذکر اور دعائے عبادت کے مفہوم میں یکسانیت پائی جاتی ہے جبکہ ذکر اور دعائے حاجت میں عموم وخصوص مطلق کی مناسبت پائی جاتی ہے وہ اس طور سے کہ ہر دعا کو ذکر کہہ سکتے ہیں مگر ہر ذکر کو دعا نہیں کہہ سکتے۔
خلاصہ یہ کی مطلق طور پر ذکر اور دعا کا مفہوم ایک ہوتا ہے، اسی لئے اکثر اذکار کی کتابیں دعاؤں پر مشتمل ہوتی ہیں یا اس کے برعکس دعاؤں کی کتابوں میں اذکار بھی ہوتے ہیں۔
جیسے صبح وشام کے اذکار کہ ان میں بہت سارے الفاظ دعائیہ ہیں۔
البتہ کبھی کبھی نصوص میں تطبیق دینے کے لئے یا حدیث کی دلالت کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے دونوں کے درمیان فرق کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔
لہٰذا ایسی صورت میں 'ذکر' سے مراد ایسے الفاظ اور کلمات ہوں گے جن میں اللہ کی حمد وثناء، تسبیح وتکبیر، تہلیل وتمجید اور عظمت وبڑائی بیان ہو جبکہ 'دعاء' سے مراد ایسے الفاظ اور کلمات ہوں گے جن میں بندہ اللہ سے کچھ طلب کرے۔
جیسے:"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ."اے اللہ مجھے بخش دے۔'
"اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ""اے اللہ مجھ پر رحم فرما۔ وغیرہ"
سوال: اس تفریق کی ضرورت کیوں پیش آئی؟
جواب: اس وجہ سے کہ نماز کے بعد 'ذکر' کے علاوہ کوئی بھی خصوصی 'دعاء' رسول اکرم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔
یعنی: ایسی حدیث نہیں ملتی جس سے پتہ چلتا ہو کہ رسول اکرم ﷺ نے نماز کے بعد 'دعا' کی ہو یا دعا

کرنے کی تعلیم دی ہو۔

جیسا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: " الأحاديثُ المَعْرُوفَةُ فِي الصِّحاحِ والسُّنَنِ والمَسانِدِ تَدُلُّ عَلى أنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ يَدْعُو فِي دُبُرِ صَلاتِهِ قَبْلَ الخُرُوجِ مِنها وكانَ يَأْمُرُ أصْحابَهُ بِذَلِكَ ويُعَلِّمُهُمْ ذَلِكَ ولَمْ يَنْقُلْ أحَدٌ أنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ إذا صَلّى بِالنّاسِ يَدْعُو بَعْدَ الخُرُوجِ مِن الصَّلاةِ هُوَ والمَأْمُومُونَ جَمِيعًا لا فِي الفَجْرِ ولا فِي العَصْرِ ولا فِي غَيْرِهِما مِن الصَّلَواتِ بَلْ قَدْ ثَبَتَ عَنْهُ أنَّهُ كانَ يَسْتَقْبِلُ أصْحابَهُ ويَذْكُرُ اللَّهَ ويُعَلِّمُهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ عَقِيبَ الخُرُوجِ مِن الصَّلاةِ". (مجموع الفتاوى:22/492)

"صحاح، سنن اور مسانید کی مشہور حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ دعائیں نماز کے اخیر میں سلام پھیرنے سے پہلے کیا کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اسی بات کا حکم دیتے اور اسی بات کی تعلیم دیتے تھے، اور یہ بات کسی سے بھی منقول نہیں کہ رسول اکرم ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا کر فارغ ہونے کے بعد دعا کرتے یا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دعائیں کرتے تھے، نہ تو فجر اور عصر میں اور نہ ہی ان دونوں کے علاوہ کسی اور نماز میں، بلکہ جو بات ثابت ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو صحابہ کی طرف رخ کر کے اللہ کا ذکر کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اللہ کے ذکر کی تعلیم دیتے تھے۔"

جبکہ ابن قیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: " وأمّا الدُّعاءُ بَعْدَ السَّلامِ مِنَ الصَّلاةِ مُسْتَقْبِلَ القِبْلَةِ سَواءٌ الإمامُ والمُنْفَرِدُ والمَأْمُومُ فَلَمْ يَكُنْ ذَلِكَ مِن هَدْيِ النَّبِيِّ ﷺ أصْلًا ولا رُوِيَ عَنْهُ بِإسْنادٍ صَحِيحٍ ولا حَسَنٍ وخَصَّ بَعْضُهُمْ ذَلِكَ بِصَلاتَيِ الفَجْرِ والعَصْرِ ولَمْ يَفْعَلْهُ النَّبِيُّ ﷺ ولا الخُلَفاءُ بَعْدَهُ ولا أرْشَدَ إلَيْهِ أُمَّتَهُ وإنَّما هُوَ اسْتِحْسانٌ رَآهُ مَن رَآهُ عِوَضًا مِنَ السُّنَّةِ بَعْدَهُما ".(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد:1/249؛فتح الباری لابن حجر:11/133)

" نماز سے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رخ ہو کر امام، منفرد یا مقتدی کا دعا کرنا سرے سے رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نہیں ہے اور نہ کسی صحیح یا حسن سند سے مروی ہے، اور بعض لوگوں نے فجر اور عصر کی نماز کے ساتھ دعا کرنے کو خاص کر لیا ہے، حالانکہ نہ تو رسول اکرم ﷺ نے ایسا کیا ہے اور نہ ہی آپ کے بعد خلفاء راشدین نے، اور نہ ہی آپ ﷺ نے اپنی امت کو اس کی طرف رہنمائی کی ہے۔ حقیقت میں اس عمل کو فجر و عصر کے بعد بعض لوگوں نے سنت کے عوض مستحسن سمجھ لیا ہے۔"

نیز قرآن میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:﴿ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ﴾

" پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرو۔" (سورۃ النساء:103)

اس کے برعکس سلام پھیرنے سے قبل تشہد کے اخیر میں کثرت کے ساتھ دعائیں کرنے کا ثبوت بھی ملتا ہے، جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

" ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الْمَسْأَلَةِ مَا شَاءَ."

أو: " ثُمَّ يَتَخَيَّرُ بَعْدُ مِنَ الدُّعَاءِ ".

أو: " ثُمَّ لْيَتَخَيَّرْ بَعْدُ مِنَ الْمَسْأَلَةِ مَا شَاءَ أَوْ مَا أَحَبَّ" (صحیح مسلم:402)

"... پھر جو بھی دعا چاہے، مانگے۔"

نیز اوپر کے سطور میں یہ بات واضح کی جاچکی ہے کہ "دُبُرُ الصَّلَاةِ " (نماز کے بعد) کا اطلاق جس طرح سلام پھیرنے کے بعد کے وقت پر ہوتا ہے اسی طرح کبھی کبھی سلام پھیرنے کے پہلے نماز کے آخری حصے پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں" فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ " (ہر نماز کے بعد میں) کہا گیا ہے اور پھر دوسری روایت میں اس کی وضاحت اور تعیین" فِي كُلِّ صَلَاةٍ "(ہر نماز میں) کے ذریعہ کر دی گئی ہے۔ (تفصیل اوپر گزر چکی ہے)

نیز دعاء نماز کی حالت ہی میں کرنا اولی اور افضل ہے اس لئے کہ بندہ نماز میں اللہ سے مناجات کر رہا ہوتا ہے اور جب سلام پھیر دیتا ہے تو مناجات کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا بندے کا اپنے رب سے مناجات اور گفتگو کی حالت میں سوال اور دعا کرنا مناجات اور گفتگو ختم ہو جانے کے بعد سوال اور دعا کرنے سے زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں، مجموع الفتاوی:22/513؛زاد المعاد لابن القیم:1/250)

اسی طرح یہ بات بھی واضح کی جا چکی ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد رسول اکرم ﷺ سے صرف ذکر واذکار ہی ثابت ہے اور اسی کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہے تو پھر کیوں نہ ان الفاظ اور کلمات کو سلام پھیرنے سے قبل نماز کے آخری حصے میں پڑھیں جو الفاظ اور کلمات دعاؤں پر مشتمل ہیں یعنی: جو دعا کے قبیل سے ہیں تاکہ تمام نصوص پر عمل ہو سکے!!!

جیسا کہ ابن عثیمین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: " وأما الدعاء بعد الصلاة النافلة والفريضة فليس له أصل عن النبي ﷺ، فإن الله تعالى قال: " فَإِذا قَضَيْتُمْ الصَّلاة فاذْكُرُوا اللَّهَ" . ولم يقل فادعو الله والدعاء إنما يكون قبل السلام هكذا أرشد النبي ﷺ إليه فقال حين ذكر التشهد ثم ليتخير من الدعاء ما شاء."(فتاوی نور علی الدرب للعثیمین:2/8)

" رہی بات نفل یا فرض نماز کے بعد دعاؤں کی تو رسول اکرم ﷺ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" جب تم نماز سے فارغ ہو تو اللہ کا ذکر کرو۔" یہ نہیں کہا کہ (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) دعا کرو، بلکہ

رسول اکرم ﷺ نے تو سلام پھیرنے سے پہلے دعا کرنے کی رہنمائی کی ہے، چنانچہ تشہد کا ذکر کرتے وقت فرمایا: "پھر اس کے بعد جو دعا چاہے کرے۔"

سوال: سلام پھیرنے کے بعد رسول اکرم ﷺ سے استغفار کرنا ثابت ہے جو کہ دعا ہی کے قبیل سے ہے تو پھر دعا کرنے میں کیا حرج کیا ہے؟

جواب: اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " فإن قال: قائل أليس قد ثبت عن النبي ﷺ أنه إذا سلم من الصلاة استغفر ثلاثًا وقال: اللّٰهُمَّ أنت السلام ومنك السلام وهذا دعاء؟ فالجواب: أن هذا دعاء خاص متعلق بالصلاة؛ لأن استغفار الإنسان بعد سلامه من الصلاة من أجل أنه قد لا يكون أتم صلاته، بل أخل فيها إما بحركة أو انصراف قلب أو ما أشبه ذلك، فكان هذا الدعاء بالمغفرة لاصقًا بالصلاة متممًا، وليس دعاء مطلقًا مجردًا ".(فتاوی نور علی الدرب للعثیمین: 4/2)

"اگر کوئی کہے کہ: کیا رسول اکرم ﷺ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ استغفار کرتے تھے، پھر کہتے:

" اللّٰهُمَّ أنت السلام ومنك السلام ...اور یہ (استغفار) دعاء ہے؟!

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دعا نماز ہی سے متعلق خاص ہے، کیونکہ نماز کے بعد انسان استغفار اس لئے کرتا ہے تاکہ دوران نماز (بلاوجہ) حرکت کرنے یا دل کہیں اور چلے جانے وغیرہ کی وجہ سے نماز میں کمی ہوئی ہو اور نماز پوری طرح سے مکمل نہ ہوئی ہو تو نماز کے معا بعد مغفرت کی یہ دعاء (دوران نماز ہونے والی کمیوں کو دور کر کے اسے) مکمل کر دے گی، لہٰذا یہ عام اور مطلق دعاء نہیں ہے۔"

سوال: اگر کوئی مذکورہ دونوں دعاؤں یا اس کے علاوہ کوئی اور دعا نماز کے بعد کرتا ہے تو کیا اس کا شمار بدعت میں ہو گا یا ایسا کرنے والا گنہگار ہو گا؟

جواب: اس کا صحیح علم اللہ اور اس کے رسول کو ہے البتہ علماء کے اقوال کو پڑھنے سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ نماز کے بعد دعا کرنا نہ تو بدعت ہے اور نہ دعا کرنے والا گنہگار ہے۔ مگر رسول اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین کا نہ یہ طریقہ رہا ہے اور نہ ہی ان سے ثابت ہے، اور ہر قسم کی بھلائی رسول اکرم ﷺ کے طریقے پر چلنے میں ہے۔

لہٰذا آپ کے لئے بہتر اور مناسب یہ ہے کہ آپ دعائیں نماز میں مانگیں یا اذان اور اقامت کے درمیان مانگیں اور نماز کے بعد صرف انہیں اذکار کو پڑھنے پر اکتفاء کریں جو صحیح سند سے ثابت ہیں۔

اس سلسلے میں تفصیل جاننے کے ایک مختصر رسالہ بنام 'الأحاديث الواردة المقيدة بأدبار الصلوات في كتب السنة جمعا ودراسة لغالب محمد أبو القاسم حامضي۔' پڑھنا مفید ہو گا۔

☆☆☆

عظمت گم گشتہ

صد حیف، مسلماں دنیا کو ، اخلاق سکھانا بھول گئے
جو دین کا سچا رستہ ہے اُس راہ پہ لانا بھول گئے

اللہ کے غافل بندوں کی کچھ فکر مسلمانوں کو نہیں
اللہ کے بندے اللہ کا پیغام سُنانا بھول گئے

ہے یہ تو شکایت دینِ حق اب عام نہیں ہے دنیا میں
پروانے کہاں سے آئیں گے جب شمع جلانا بھول گئے

بستی کا اُجڑنا آساں ہے بستی کو بسانا کھیل نہیں
بستی میں درندے بستے ہیں بستی کو بسانا بھول گئے

کیا وقت بُرا یہ آیا ہے لوگوں میں نہیں کچھ ہمدردی
اب لوگ جھگڑنے والوں کو آپس میں ملانا بھول گئے

میدان عمل میں اب اُن کو اقدام کی جرات کچھ بھی نہیں
آگے ہی جو بڑھتے رہتے تھے قدموں کو بڑھانا بھول گئے

کیا کچھ وہ نہیں اب بھولے ہیں، کیا یاد رہا ہے اب ان کو
گرتوں کو اٹھانا بھول گئے، سوتوں کو جگانا بھول گئے

یہ پستیِٔ ہمت ہے کہ نہیں یہ شومیِٔ قسمت ہے کہ نہیں
کعبے سے تو جانا یاد رہا ، پھر لوٹ کے آنا بھول گئے

جو کام تھا کرتے رہنے کا وہ کام کسی کو یاد نہیں
روٹھوں کو منانا بھول گئے روتوں کو ہنسانا بھول گئے

افسوس گروہ علماء بھی اب مست ہیں اپنی حالت میں
امت کو زوال و غفلت کا احساس دلانا بھول گئے

اللہ بھی جن کا ایک ہی ہے قبلہ بھی نبیؐ بھی جن کا ایک
وہ تفرقہ برپا کرتے ہیں آپس میں ملانا بھول گئے

مغلوب ہے جب سے دین میں یہ حال ہے رب عرشِ بریں
حماد وفورِ غم کے سبب خوشیوں کا ترانہ بھول گئے

ابولبیان حماد العمری

رمضان اور فضائل رمضان

رمضان المبارک کے مسنون انفرادی واجتماعی اعمال

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

رمضان المبارک ایسا عظیم اور بابرکت مہینہ ہے جس میں مسلمانوں کے دل اللہ کی بندگی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس ماہ میں شیاطین کی جکڑ بندی، بارانِ رحمت کے نزول، روزے کی کیفیت اور تراویح وغیرہ میں قرآن کریم پڑھنے پڑھانے سے ماحول پر تقدس کی فضا چھا جاتی اور نیکیوں کی طرف توجہ بڑھ جاتی ہے۔ اس ماہ میں انفرادی اور اجتماعی طور پر بھی بہت سے نیک اعمال انجام دیے جاتے ہیں۔

ذیل کے دو حصوں میں باری باری ہر دو قسم کے اعمال کی شرعی اور مسنون حیثیت پیش کی جائے گی:

حصہ اوّل: انفرادی مسنون اعمال

1۔ قرآنِ کریم اور رمضان المبارک

قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿شَهرُ رَمَضانَ الَّذى أُنزِلَ فيهِ القُرءانُ﴾

"رمضان کا مہینہ جس میں قرآن نازل کیا گیا۔" (سورۃ البقرہ:185)

﴿إِنّا أَنزَلنٰهُ فى لَيلَةِ القَدرِ 0 وَما أَدرىٰكَ ما لَيلَةُ القَدرِ 0 لَيلَةُ القَدرِ خَيرٌ مِن أَلفِ شَهرٍ﴾

"ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا، اور آپ کیا جانیں کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔" (سورۃ القدر:1۔3)

نبی کریم ﷺ کے معمولات کے حوالے سے احادیث میں آتا ہے کہ رمضان میں آپ ﷺ قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے، وفات والے سال آپ نے دوبار دور فرمایا:

«أَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُهُ بِالْقُرْآنِ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً، وَإِنَّهُ قَدْ عَارَضَنِي بِهِ العَامَ مَرَّتَيْنِ...»

"جبریل علیہ السلام ہر سال مجھ سے سال میں ایک مرتبہ دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال مجھ سے اُنہوں نے دو مرتبہ دور کیا..." (صحیح بخاری:6285)

'عرضہ' سے کیا مراد ہے؟

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

والمراد من معارضته له بالقرآن كل سنة مقابلته على ما أوحاه إليه عن الله تعالىٰ ليبقي ما بقي ويذهب ما نسخ توكيدا واستثباتا وحفظا. ولهذا عارضه في السنة الأخيرة من عمره عليه السلام على جبريل مرتين وعارضه به جبريل كذلك

"آپ کے ہر سال معارضہ (ایک دوسرے کو پیش کرنے) سے مراد یہ ہے کہ جبریل نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو آپ پر وحی کی، اس کا تقابل کرنا۔ تاکہ جو باقی ہے وہ قائم رہے، اور جو منسوخ ہو چکا، اس کو ترک کر دیا جائے، تاکید، پختگی اور یاددہانی کے طور پر۔ اسی بنا پر نبی کریم ﷺ کی عمر کے آخری سال آپ نے جبریل پر اس کا دوبار عرضہ کیا اور جبریل نے قرآن کا عرضہ ایسے ہی کیا۔" (فضائل القرآن از حافظ ابن کثیر: ص84)

آپ ﷺ کا فرمان سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

«الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ الصِّيَامُ: أَيْ رَبِّ، مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ، فَشَفِّعْنِي فِيهِ، وَيَقُولُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ، فَشَفِّعْنِي فِيهِ»، قَالَ: «فَيُشَفَّعَانِ»

"روزہ اور قرآن بندے کے لئے روزِ قیامت سفارش کریں گے، روزہ کہے گا: یاربّ! میں نے دن کو کھانے اور خواہشات سے اسے روکے رکھا، میری سفارش اس کے بارے میں قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا: میں اسے رات کو سونے سے روکے رکھا، تو میری سفارش قبول فرما۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔" (مسند احمد: 6626)

اور قرآن میں سے سورۃ الملک کی سفارش اس حدیث میں مذکور ہے:

«سُورَةٌ مِنْ الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً تَشْفَعُ لِصَاحِبِهَا حَتَّى يُغْفَرَ لَهُ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾»(سنن ابو داؤد:1400)

"قرآن کریم کی ایک سورت تیس آیتوں والی، اپنے پڑھنے والے کے لیے سفارش کرے گی، حتیٰ کہ اسے بخش دیا جائے گا:﴿تَبٰرَكَ الَّذى بِيَدِهِ المُلكُ﴾

رمضان المبارک میں قرآن کریم ختم کرنا

رمضان المبارک میں قرآن کریم مکمل کرنا مستحب ہے، جیسا کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كان الإمام أحمد رحمه الله يحب ممن يؤمّهم أن يختم بهم القرآن ، وهذا من جنس عمل السلف في محبة سماع القرآن كله، ولكن ليس هذا موجباً لأن يعجل ولا يتأنى في قراءته، ولا يتحرى الخشوع والطمأنينة، بل تحري هذه الأمور أولى من مراعاة الختمة.

"امام احمد رحمہ اللہ ائمہ کے لئے پسند کرتے کہ وہ (رمضان میں) مکمل قرآن ختم کرے۔ اور اس کا تعلق سلف کے پورے قرآن کے سماع کو پسند کرنے

سے ہے۔ یہ نہ ہو کہ جلدی کرتے ہوئے قراءت میں سکون کو نظر انداز کر دیا جائے اور خشوع وطمانیت کی فکر نہ کی جائے بلکہ ان چیزوں کی پاسداری تکمیل قرآن سے زیادہ اہم ہے۔" (مجموع فتاوی ومقالات متنوعہ لسماحة الشیخ ابن باز:15/324)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقيل السبب فيه أن جبريل كان يعارضه بالقرآن في كل رمضان مرة فلما كان العام الذي قبض عارضه مرتين فلذلك اعتكف قدر ما كان يعتكف مرتين

"(20 دن اعتکاف کا) سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ سے ہر رمضان میں ایک بار قرآن کریم کا دور کیا کرتے۔ جس سال آپ کی وفات ہوئی، تو جبریل نے آپ سے دو بار دور کیا، چنانچہ آپ نے اس سال اعتکاف بھی دو اعتکاف کی مدت کے برابر کیا۔" (فتح الباري از حافظ ابن حجر: 4/285، زیر حدیث 1939)

شیخ محمد ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"ختم القرآن في رمضان للصائم ليس بأمر واجب، ولكن ينبغي للإنسان في رمضان أن يكثر من قراءة القرآن، كما كان ذلك سنة رسول الله ﷺ، فقد كان عليه الصلاة والسلام يدارسه جبريل القرآن كل رمضان."

"رمضان میں صائم کے لئے قرآن ختم کرنا واجب نہیں، تاہم انسان کو رمضان میں زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھنا چاہیے کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے کہ آپ پورا رمضان جبریل سے قرآن کا دور کیا کرتے۔" (مجموع فتاوی ابن عثیمین:20/516)

ختم قرآن کی کم سے کم مدت کے بارے میں سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے عرض کیا: يَا رَسُولَ اللهِ! فِي كَمْ أَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ فِي شَهْرٍ. قَالَ إِنِّي أَقْوَى مِنْ ذَلِكَ. يُرَدِّدُ الْكَلَامَ أَبُو مُوسَى وَتَنَاقَصَهُ حَتَّى قَالَ: «اقْرَأْهُ فِي سَبْعٍ» قَالَ إِنِّي أَقْوَى مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: «لَا يَفْقَهُ مَنْ قَرَأَهُ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ»

"اے اللہ کے رسول! میں کتنے دنوں میں قرآن پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا" ایک مہینے میں۔" انہوں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ابو موسیٰ (ابن مثنیٰ) نے یہ جملہ بار بار دہرایا۔ یعنی اُنہوں نے اس مدت میں کمی چاہی۔ بالآخر آپ ﷺ نے فرمایا:" سات دنوں میں پڑھو۔" انہوں نے کہا: میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا" جس شخص نے تین دن سے کم میں قرآن پڑھا، اس نے اسے سمجھا ہی نہیں۔" (سنن ابو داؤد:1390)

صحیح بخاری میں یہی واقعہ 5052 نمبر حدیث کے تحت آیا ہے جس میں سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بڑھاپے میں کہا کہ کاش میں نبی مکرم ﷺ کی دی ہوئی رخصت قبول کر لیتا، پھر اس عمر میں وہ سات روز میں قرآن ختم کیا کرتے۔

رمضان میں قرآن کریم ختم کرنے کے بارے میں سلف کی مختلف عادات کا جو ذکر آتا ہے کہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ رمضان کی ہر رات قرآن ختم کیا کرتے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رمضان میں 60 بار قرآن کریم ختم کرتے، اَسود رمضان کی ہر دوسری رات قرآن ختم کرتے، اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ رمضان کی ہر تیسری رات، آخری عشرے میں ہر رات کو قرآن ختم کرتے وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ روایتیں ثبوت کی محتاج اور مذکورہ بالا حدیث کے منافی بھی ہیں۔ اور اس کی یہ توجیہ کہ نبی کریم ﷺ کا حکم رمضان کے بارے میں نہیں تھا، بلا دلیل ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ کا مسنون عمل تو رمضان میں ایک یا دو بار ختم کرنا ہی ہے۔

ماہ بھر میں قرآن کریم کو ختم کرنے میں یہ بھی امکان ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان کی تیس راتوں میں تیس پاروں کو تقسیم کر دیتے ہوں، تاکہ اس طرح قرآن کی برکت پورے ماہ رمضان پر پھیل جائے، اور یہ عبادت ایک توازن و تسلسل کے ساتھ اس طرح جاری رہے۔

2۔ قیام اللیل میں لمبی تلاوتِ قرآن

رمضان کریم نزولِ قرآن کا مہینہ ہے، لیلۃ القدر اِس کی عظیم ترین رات ہے جس کی عظمت بھی نزولِ قرآن کے مرہونِ منت ہے۔ اس مہینہ کو قرآنِ کریم سے خاص مناسبت حاصل ہے، اس کو شھر الصوم کے ساتھ شہر القرآن بھی کہا جاسکتا ہے کیونکہ روزہ اور قیام اللیل اس کے دو خاص شعار ہیں۔ اور قیام اللیل میں کثرتِ رکعات کی بجائے طولِ قیام زیادہ اہم ہے جس میں تلاوتِ قرآن ہی کی جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

﴿قُمِ الَّيلَ إِلّا قَليلًا 0 نِصفَهُ أَوِ انقُص مِنهُ قَليلًا0أَو زِد عَلَيهِ وَرَتِّلِ القُرءانَ تَرتيلًا﴾

"کچھ حصہ کے سوا، رات بھر قیام کر۔ نصف رات یا اس سے کچھ کم کر لے۔ اور قرآن کریم کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کر۔" (سورۃ المزمل:2-4)

«مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

"جو کوئی رمضان میں (راتوں کو) ایمان رکھ کر اور ثواب کے لیے قیام کرے تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔" (صحیح بخاری:37)

فَقَالَ: «إِنَّهُ مَنْ قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ»

"جس نے امام کے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جائے تو اس کے لیے پوری رات کا قیام لکھا جائے گا۔" (جامع ترمذی:806)

اس حدیث سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ تراویح باجماعت پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

یہی اجر رمضان المبارک کے بعد بھی ایک اور صورت میں جاری رہتا ہے، فرمانِ نبوی ہے:

«مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ»

"جس نے عشا کی نماز باجماعت ادا کی تو گویا اس نے آدھی رات کا قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز (بھی) جماعت کے ساتھ پڑھی تو گویا اس نے ساری رات نماز پڑھی۔" (صحیح مسلم: 1491)

روزہ، قیام اللیل اور تلاوتِ قرآن اس ماہ کے خاص اعمال ہیں۔ جہاں تک تلاوتِ قرآنِ کریم ہے تو نبی کریم کی تلاوت کی کیفیت یہ ہوتی تھی کہ آپ بعض اوقات کئی کئی پارے ایک رکعت میں پڑھ جایا کرتے۔ اور تلاوت کے دوران اس کے معانی میں غور وفکر کرتے جیسا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ، ثُمَّ مَضَى، فَقُلْتُ: يُصَلِّي بِهَا فِي رَكْعَةٍ، فَمَضَى، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ بِهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ، فَقَرَأَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ، فَقَرَأَهَا، يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا، إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَسْبِيحٌ سَبَّحَ، وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ، وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ، فَجَعَلَ يَقُولُ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ»، فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ، ثُمَّ قَالَ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ»، ثُمَّ قَامَ طَوِيلًا قَرِيبًا مِمَّا رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ، فَقَالَ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى»، فَكَانَ سُجُودُهُ قَرِيبًا مِنْ قِيَامِهِ.

"میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے سورۃ البقرۃ سے آغاز کیا۔ میں نے سوچا کہ آپ سو آیات پڑھ کر رکوع کرلیں گے، آپ کی تلاوت جاری رہی۔ میں نے سوچا کہ اس سورۃ کو ایک رکعت میں ختم کرلیں گے۔ آپ کی تلاوت جاری رہی، پھر آپ نے سورۃ النساء کا آغاز کردیا، اس کو پڑھا، پھر سورۃ آل عمران کا آغاز کردیا، اس کو بھی پڑھا۔ آپ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے۔ جب بھی کسی تسبیح والی آیت سے گزرتے تو اللہ کی تسبیح بیان کرتے، جب بھی کسی سوال کی آیت سے گزرتے تو اللہ سے مانگتے، اور جب بھی کسی پناہ والی آیت پر پہنچتے تو اللہ سے پناہ طلب کرتے۔ پھر آپ نے رکوع کیا۔ آپ کا رکوع آپ کے قیام کے برابر ہی طویل تھا، پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا جو رکوع کے برابر لمبا تھا، پھر سجدہ کیا اور سبحان ربی الاعلی کہا، آپ کے سجدے بھی قیام کے بقدر لمبے تھے۔" (صحیح مسلم: 1814)

3۔ تلاوت کے دوران آیات میں تدبر و تفکر

اور نزول قرآن کے مقاصد میں اس میں تدبر کرنا بھی شامل ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿كِتَـٰبٌ أَنزَلْنَـٰهُ إِلَيْكَ مُبَـٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوٓا۟ ءَايَـٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَـٰبِ﴾

"ہم نے یہ مبارک کتاب آپ پر اس لئے اُتاری تاکہ آپ اس کی آیات میں غور وفکر کریں اور عقل مند لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔" (سورۃ ص: 29)

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْءَانَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَـٰفًا كَثِيرًا﴾

"کیا یہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔ اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یہ اس میں بہت سے اختلاف پاتے۔" (سورۃ النساء: 82)

اور نبی کریم ﷺ کی تلاوتِ قرآن کے ساتھ قرآن میں تدبر کرنا اور آیات کو دہرانا بھی شامل تھا، جیسا کہ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَيْلَةً فَاسْتَاكَ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَقُمْتُ مَعَهُ فَبَدَأَ فَاسْتَفْتَحَ الْبَقَرَةَ فَلَا يَمُرُّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ فَسَأَلَ، وَلَا يَمُرُّ بِآيَةِ عَذَابٍ إِلَّا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ فَمَكَثَ رَاكِعًا بِقَدْرِ قِيَامِهِ، وَيَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ»، ثُمَّ سَجَدَ بِقَدْرِ رُكُوعِهِ، وَيَقُولُ فِي سُجُودِهِ: «سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ» ثُمَّ قَرَأَ آلَ عِمْرَانَ ثُمَّ سُورَةً سُورَةً يَفْعَلُ مِثْلَ ذَلِكَ.

"میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک رات موجود تھا۔ آپ نے مسواک کرکے وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہوگئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ ہی کھڑا ہوگیا۔ آپ نے سورۃ البقرۃ سے آغاز کیا۔ آپ کسی آیتِ رحمت سے نہ گزرتے مگر وہاں رک کر اللہ کی رحمت کا سوال کرتے۔ اور کسی آیت عذاب سے نہ گزرتے مگر رک کر اللہ عزوجل سے پناہ مانگتے۔ پھر رکوع کیا تو اس کا دورانیہ قیام کے بقدر تھا اور اپنے رکوع میں یہ دعا... پڑھی۔ پھر سجدہ کیا تو اس میں رکوع کے بقدر وقفہ کیا اور سجدوں میں یہ دعا «سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ» پڑھی۔ پھر آپ نے (اگلے قیام میں) سورۃ آلِ عمران کی تلاوت کی، پھر کوئی اور سورت، پھر کوئی اور... اور ہر سورۃ میں ایسے ہی کرتے۔" (الشمائل المحمدیہ از امام ترمذی، ص: 256)

آپ ﷺ نماز میں آیات کے معانی پر غور کرتے ہوئے آیات کو دہرایا کرتے، جیسا کہ سیدنا ابوذرّ غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«قَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِآيَةٍ حَتَّى أَصْبَحَ يُرَدِّدُهَا» وَالْآيَةُ: ﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

"ایک رات نبی ﷺ نے قیام کیا، تو ساری رات گزر گئی اور اسی آیتِ کریمہ کو آپ دہراتے رہے کہ "یاالٰہی! یہ تیرے ہی بندے ہیں، اگر تو انہیں معاف کردے تو تو غالب ودانا ہے۔" (سورۃ المائدۃ:

118... سنن ابن ماجہ:11350)

آپ قرآنی آیات میں غور وفکر فرمایا کرتے، اور تلاوتِ قرآن کے دوران بہت زیادہ رویا کرتے، جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

لَمَّا كَانَ لَيْلَةٌ مِنَ اللَّيَالِي قَالَ: «يَا عَائِشَةُ! ذَرِينِي أَتَعَبَّدُ اللَّيْلَةَ لِرَبِّي». قُلْتُ: وَاللهِ إِنِّي لَأُحِبُّ قُرْبَكَ وَأُحِبُّ مَا سَرَّكَ. قَالَتْ: فَقَامَ فَتَطَهَّرَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي. قَالَتْ: فَلَمْ يَزَلْ يَبْكِي حَتَّى بَلَّ حِجْرَهُ. قَالَتْ: ثُمَّ بَكَى فَلَمْ يَزَلْ يَبْكِي حَتَّى بَلَّ لِحْيَتَهُ. قَالَتْ: ثُمَّ بَكَى فَلَمْ يَزَلْ يَبْكِي حَتَّى بَلَّ الْأَرْضَ. فَجَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ. فَلَمَّا رَآهُ يَبْكِي. قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ! لِمَ تَبْكِي وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ وَمَا تَأَخَّرَ. قَالَ: «أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا لَقَدْ نَزَلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ آيَةٌ وَيْلٌ لِمَنْ قَرَأَهَا وَلَمْ يَتَفَكَّرْ فِيهَا: ﴿إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ الآية كلها»

”راتوں میں سے ایک رات نبی کریم ﷺ کہنے لگے: عائشہ! مجھے آج اپنے ربّ کی بندگی کر لینے دو۔ میں نے کہا: واللہ! مجھے آپ کی قربت بڑی عزیز ہے لیکن آپ کی خوشی بھی مجھے محبوب ہے۔ کہتی ہیں کہ آپ کھڑے ہوگئے اور وضو کیا۔ کہتی ہیں کہ نماز میں روتے رہے حتی کہ آپ کی گود تر ہوگئی۔ پھر کہتی ہیں کہ روتے رہے حتی کہ ڈاڑھی مبارک بھی بھیگ گئی۔ پھر روتے رہے اور اتنا روئے حتی کہ زمین بھی گیلی ہوگئی۔ پھر بلال آگئے، نماز کی اطلاع دینے کے لیے۔ جب انہیں روتے دیکھا تو کہا: یارسول اللہ! آپ کیوں روتے ہیں؟ اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے ہیں۔ تو جواب دیا: میں اللہ کا شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں!! آج رات مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی، افسوس اس پر جو اس کو پڑھے لیکن اس میں غور وفکر نہ کرے۔“ (سورۃ آل عمران: 190 صحیح ابن حبان: 620۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ حدیث خيركم من تعلّم القرآن وعلّمه کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَتعلّم الْقُرْآن وتعليمه يتَنَاوَل تعلم حُرُوفه وَتَعْلِيمهَا وَتعلم مَعَانِيه وَتَعْلِيمهَا وَهُوَ أشرف قسمي علمه وتعليمه فَإِن الْمَعْنى هُوَ الْمَقْصُود وَاللَّفْظ وَسِيلَة إِلَيْهِ. فتعلّم الْمَعْنى وتعليمه تعلّم الْغَايَة وَتَعْلِيمهَا وَتعلم اللَّفْظ الْمُجَرّد وتعليمه تعلم الْوَسَائِل وَتَعْلِيمهَا وَبَينهمَا كَمَا بَين الغايات.

”قرآن کو سیکھنے سکھانے میں اس کے حروف ومعانی کو سیکھنا سکھانا بھی شامل ہے۔ یہ قرآن کو سیکھنے سکھانے کے دو مبارک ترین علم ہیں۔ کیونکہ معنی ہی تو مقصود ہے، اور الفاظ اس مقصد کا وسیلہ ہیں۔ گویا معنی سیکھنا سکھانا، تو اصل مقصد کو سیکھنا سکھانا ہے اور اکیلے الفاظ کو سیکھنا سکھانا، وسائل کو سیکھنا سکھانا ہوا۔ اور دونوں کے مابین وہی فرق / فاصلہ ہے جو مقصد اور وسائل کے مابین ہوتا ہے۔“ (مفتاح دار السعادة از حافظ ابن قیم: 1/74)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے تلاوت قرآن کو وسیلہ / ذریعہ اور آیات میں تدبر وتذکیر کو اصل مقصد بتایا ہے، اور ان کا یہ موقف اوپر مذکور سورۃ ص کی آیت: 29 اور سورۃ محمد کی آیت: 24 کی بنا پر ہے جس میں نزولِ قرآن کا مقصد تدبر وتذکیر قرار دیا گیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ معانی قرآن کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَأَمَّا النَّوْعُ الثَّانِي: الْجُهَّالُ. فَهَؤُلَاءِ الْأُمِّيُّونَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إلَّا يَظُنُّونَ. فَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وقتادة فِي قَوْلِهِ: ﴿وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ﴾ أَيْ غَيْرُ عَارِفِينَ بِمَعَانِي الْكِتَابِ يَعْلَمُونَهَا حِفْظًا وَقِرَاءَةً بِلَا فَهْمٍ وَلَا يَدْرُونَ مَا فِيهِ. وَقَوْلُهُ: ﴿إلَّا أَمَانِيَّ﴾ أَيْ تِلَاوَةً فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ فِقْهَ الْكِتَابِ إنَّمَا يَقْتَصِرُونَ عَلَى مَا يَسْمَعُونَهُ يُتْلَى عَلَيْهِمْ. قَالَهُ الْكِسَائِيُّ وَالزَّجَّاجُ وَكَذَلِكَ قَالَ ابْنُ السَّائِبِ لَا يُحْسِنُونَ قِرَاءَةَ الْكِتَابِ وَلَا كِتَابَتَهُ إلَّا أَمَانِيَّ إلَّا مَا يُحَدِّثُهُمْ بِهِ عُلَمَاؤُهُمْ. وَقَالَ أَبُو رَوْقٍ وَأَبُو عُبَيْدَةَ أَيْ تِلَاوَةً وَقِرَاءَةً عَنْ ظَهْرِ الْقَلْبِ وَلَا يَقْرَءُونَهَا فِي الْكُتُبِ فَفِي هَذَا الْقَوْلِ جَعْلُ الْأَمَانِيِّ الَّتِي هِيَ التِّلَاوَةُ تِلَاوَةَ الْأُمِّيِّينَ أَنْفُسِهِمْ وَفِي ذَلِكَ جَعْلُهُ مَا يَسْمَعُونَهُ مِنْ تِلَاوَةِ عُلَمَائِهِمْ وَكِلَا الْقَوْلَيْنِ حَقٌّ وَالْآيَةُ تَعُمُّهُمَا

”اور دوسری قسم جاہلوں کی ہے۔ ایسے ان پڑھ جو قرآن سے اپنی خواہشات کے سوا کچھ نہیں جانتے اور گمان کے سوا کچھ نہیں کرتے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادۃ رحمہ اللہ سے ﴿وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ﴾ کے بارے میں مروی ہے کہ ” وہ قرآن کے معانی کو نہیں جانتے، وہ صرف قرآن کو سمجھے بغیر بطورِ حفظ وتلاوت پڑھ سکتے ہیں اور اس میں کیا احکام ہیں، اس کا انہیں کچھ پتہ نہیں اور قرآنی لفظ ﴿إلَّا أَمَانِيَّ﴾ کا مطلب ہے تلاوت کرنا، وہ قرآن کے معانی نہیں سمجھتے، جس قدر ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے، وہ اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ امام کسائی، زجاج اور ایسے ہی ابن سائب نے کہا کہ وہ قرآن کو اچھی طرح پڑھ لکھ نہیں سکتے، سوائے اپنی من پسند بات کے اور جو ان کے علما ان کو بتلا دیتے ہیں۔

اور ابو روق، ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ دل کے حافظے سے قرآن کی تلاوت وقراءت کرنا، اور مصحف کو دیکھ کر نہ پڑھنا۔ اس قول میں خواہشات یعنی محض تلاوت کو خود ان پڑھوں کی تلاوت کہا گیا ہے اور اس میں جو وہ

اپنے علما کی تلاوت سننے پر اکتفا کرتے ہیں، اس کو بھی خواہشات کہا گیا ہے، اور دونوں معانی ہی درست ہیں اور یہ آیت دونوں معانی کو حاوی ہے۔" (مجموع فتاوی ابن تیمیہ: 17/434)

تبصرہ: حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ موقف تو قرآنی دلیل کی بنا پر معتبر ہے کہ نزولِ قرآن کا اصل مقصد تدبر وتذکیر ہے جبکہ تلاوتِ قرآن کا علم بھی اَشرف علوم میں سے ہے۔ تاہم حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو تلاوتِ قرآن کو جاہلوں اور من پسند خواہشات کا مصداق بتایا اور اس پر بعض ماثور تفاسیر ذکر کی ہیں تو اکیلی تلاوتِ قرآن کو سیاقِ ذمّ میں بیان کرنا محل نظر ہے کیونکہ تلاوتِ قرآن تو پہلا نبوی فریضہ اور اس کو بلا ترجمہ پڑھنا بھی باعثِ ثواب ہے، جیسا کہ تلاوت کے ثواب کی مثالی نبی کریم نے غیر واضح المعنی لفظ اَلم سے دی ہے اور قرآن کریم اللہ کے مبارک کلمات اور غیر مخلوق ہیں اور یہ ان الفاظِ الٰہی کا خاصہ ہے۔ مشہور منکرِ حدیث غلام احمد پرویز کا موقف ہے کہ نزولِ قرآن کا مقصد فہم وتدبر ہی ہے اور تلاوت کی کوئی معنویت نہیں۔ الغرض نزولِ قرآن کے مقاصد میں تلاوت، فہم وتدبر، اس پر عمل کرنا شامل ہیں۔ اور اوّلین مقصد فہم وتدبر ہے، جبکہ باقی مقاصد بھی مشروع اور باعث ثواب ہیں۔

4۔ کثرتِ دعاواستغفار

گویا (1) روزہ، (2) تلاوتِ قرآن، (3) قیام اللیل اور لمبا قیام، اور (5) قرآن کے معانی میں تدبر کرنا سب رمضان کے خاص اعمال ہوئے۔ مزید بر آں روزے کے دوران اور مبارک ترین اوقات میں (6) دعا کی تلقین بھی کی گئی۔

روزے دار کی دعا کی خاص اہمیت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ: الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَالصَّائِمُ حِينَ يُفْطِرُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا فَوْقَ الْغَمَامِ وَتُفَتَّحُ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيَقُولُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ وَعِزَّتِي لَأَنْصُرَنَّكِ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ» (جامع ترمذی: 2526)

"تین لوگوں کی دعائیں رد نہیں کی جاتیں: پہلا امام عادل ہے، دوسرا صائم جب وہ افطار کرے، اور تیسرا مظلوم جب کہ وہ بددعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ (اس کی بددعا کو) بادل کے اوپر اُٹھالیتا ہے، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے: قسم ہے میری عزت کی میں ضرور تیری مدد کروں گا، اگرچہ کچھ دیر بعد ہی سہی۔"

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

يستحب للصائم أن يدعو في حال صومه بمهمات الآخرة والدنيا له ولمن يحب وللمسلمين لحديث أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «ثلاثة لا تردّ دعوتهم الصائم حتى يفطر والامام العادل والمظلوم» رواه الترمذي وابن ماجه. قال الترمذي: حديث حسن. وهكذا الرواية حتى بالتاء المثناة فوق فيقتضى استحباب دعاء الصائم من أول اليوم إلى آخره لأنه يسمى صائمًا في كل ذلك

"روزے دار کے لئے مستحب ہے کہ اس حدیثِ ابوہریرہ کی بنا پر اپنے روزے کے دوران دنیا وآخرت کی اہم چیزوں اور اپنے ودیگر مسلمانوں کے لئے پسندیدہ چیزوں کی دعا کرے۔

یہ حدیث امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حسن ہے۔ اور اس روایت میں حَتّٰی (اوپر کے دو نقطوں کے ساتھ) تقاضا کرتا ہے کہ روزے دار کی دعا صبح اوّل یوم سے آخر تک مستحب ہو، کیونکہ وہ سارا دن ہی روزے دار کہلاتا ہے۔" (المجموع: 6/375)

یہ حدیث سنن ترمذی میں دوبار آئی ہے اور سنن ابن ماجہ (سنن ابن ماجہ: 1752) میں بھی ہے۔ تاہم سنن ترمذی میں ایک بار "حِیْنَ یُفْطِرَ" کے الفاظ سے ہے اور دوسری بار "حَتَّى يُفْطِرَ" (جامع ترمذی: 3598) کے الفاظ ہیں جیسا کہ اوپر گذری اور دونوں کو شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے جس میں حِیْنَ کی صحت کے لئے زیادہ طاقتور الفاظ استعمال کئے ہیں جبکہ سنن ابن ماجہ میں بھی حَتّٰی کے الفاظ آئے ہیں۔ حتی کے الفاظ کا مطلب یہ ہوا کہ روزے دار کی سارا دن بشمول افطاری کے وقت دعا قبول ہوتی ہے، اور حین کا مطلب ہے کہ افطاری کے وقت صائم کی دعا ردّ نہیں ہوتی۔ سنن ابن ماجہ کے شارح امام سندی لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ "حَتَّى يُفْطِرَ" يَدُلُّ عَلَى أَنَّ دُعَاءَهُ تَمَامَ النَّهَارِ مُسْتَجَابٌ وَعَلَى هَذَا فَلَفْظُ الدَّعْوَةِ بِمَعْنَى الدُّعَاءِ لَا لِلْمَرَّةِ كَمَا هُوَ أَصْلُ الْبِنَاءِ وَالْأَقْرَبُ أَنَّ حَتَّى سَهْوٌ مِنْ بَعْضِ الرُّوَاةِ وَالصَّوَابُ حِينَ كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ الْحَدِيثُ الْآتِي.

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "حَتَّى يُفْطِرَ" سے معلوم ہوا کہ سارا دن ہی اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اس بنا پر دعوۃ سے مراد دعا ہے، نہ کہ صرف ایک دعا جیسا کہ لفظ کی اصل ساخت ہے۔ مناسب یہ ہے کہ یہاں لفظ حَتّٰی بعض راویوں کی غلطی ہے اور صحیح لفظ حین ہے، جیسا کہ اگلی حدیث إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ بتاتی ہے۔" (حاشیہ السندی علی سنن ابن ماجہ: زیر حدیث 1752)

یہ امام سندی ہی کی رائے ہے کہ صحیح لفظ حتی کی بجائے حین ہے، جبکہ حتی کا لفظ بھی اگر صحیح احادیث میں ثابت ہے تو اس کو مانتے ہوئے وسیع تر مفہوم بھی لیا جاسکتا ہے۔ اب افطاری کے وقت قبولیت دعا پر حَتّٰی کا لفظ دال ہے اور حین کا لفظ بھی، جبکہ افطاری کے وقت دعا کی قبولیت کی خاص گھڑی والی حدیث ضعیف ہے:

«إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لَدَعْوَةً مَا تُرَدُّ».

قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ إِذَا أَفْطَرَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ أَنْ تَغْفِرَ لِي.

”روزے دار کے لیے روزہ کھولتے وقت ایک دعا ایسی ہوتی ہے جو رد نہیں ہوتی۔“

عبد اللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو روزہ افطار کرتے وقت یوں کہتے سنا: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ أَنْ تَغْفِرَ لِي

”اے اللہ! میں تجھ سے تیری اس رحمت کے واسطے سے سوال کرتا ہوں جس نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے کہ تو میری مغفرت فرمادے۔“(سنن ابن ماجہ:1753)

یہ حدیث ضعیف ہے، جیسا کہ شیخ البانی نے إرواء الغلیل (رقم 921) اور ضعیف الجامع (رقم 1965) میں اس کی صراحت کی ہے۔

اسی طرح اس حدیث میں سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی جو دعا مذکور ہے، وہ بھی افطار سے پہلے کی بجائے عین افطار کے وقت کی ہے۔

تاہم دیگر مذکور احادیث کی بنا پر افطاری کے وقت کی دعا کی بھی خاص اہمیت ہے۔ واللہ اعلم

ایسے ہی شبِ قدر کے بارے نبی کریم ﷺ سے سیدہ عائشہ نے پوچھا:

يَا رَسُولَ اللهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَيُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا أَقُولُ فِيهَا. قَالَ: «قُولِي اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي»

”میں نے کہا: اللہ کے رسول! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے تو میں اس میں کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: ”پڑھو: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي.“ اے اللہ! تو عفو و درگزر کرنے والا ہے، اور عفو و درگزر کرنے کو تو پسند کرتا ہے، اس لیے تو ہمیں معاف اور ہم سے درگزر کر دے۔“(جامع ترمذی:3513)

رمضان کا اختتام صدقۃ الفطر پر ہوتا ہے، جو طُھرۃ للصائم ہوتے ہوئے وجہ مغفرت بھی ہے۔ (سنن ابو داؤد:1609)

5۔ انفاق فی سبیل اللہ

روزے دار کی افطاری کرانا انفاق فی سبیل اللہ بھی ہے، اور خصوصی عمل بھی، چنانچہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا»

”جس نے کسی صائم کو افطار کرایا تو اسے بھی اس کے برابر ثواب ملے گا، بغیر اس کے کہ صائم کے ثواب میں سے ذرا بھی کم کیا جائے۔“(جامع ترمذی:897)

رمضان میں نبی ﷺ انفاق فی سبیل اللہ میں بھی کثرت فرمایا کرتے، سیدنا ابن عباس سے مروی ہے:

«كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ»

”رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ جواد (سخی) تھے اور رمضان میں (دوسرے اوقات کے مقابلہ میں جب) جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملتے، بہت ہی زیادہ جود و کرم فرماتے۔ جبرئیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آپ ﷺ سے ملاقات کرتے اور آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کا دورہ کرتے، غرض آنحضرت ﷺ لوگوں کو بھلائی پہنچانے میں بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ جود و کرم فرمایا کرتے تھے۔“

حدیثِ مبارکہ میں جُود کا لفظ آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان میں اَجود ہوتے، جُود سے کیا مراد ہے؟ جُود کا مطلب ہے: فیاضی اور یہ فیاضی مال اور علم دونوں کو شامل ہے... حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

الجود بالعلم وبذله وهو من أعلى مراتب الجود والجود به أفضل من الجود بالمال لأن العلم أشرف من المال. (صحیح بخاری:6)

”علم کے ساتھ فیاضی اور اس کو صرف کرنا، جود کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ علمی فیاضی، مالی فیاضی سے افضل ہے، کیونکہ علم بھی مال سے افضل ہے۔“

علامہ احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

كما أن لله ملائكة موكلة بالسحاب والمطر فله ملائكة موكلة بالهدى والعلم هذا رزق القلوب وقوتها وهذا رزق الأجساد وقوتها. قال الحسن البصري في قوله تعالى: ﴿وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ﴾. قال: إن من أعظم النفقة نفقة العلم أو نحو هذا الكلام وفي أثر آخر: نعمت العطية ونعمت الهدية الكلمة من الخير يسمعها الرجل فيهديها إلى أخ له مسلم.

”جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بادلوں اور بارش کی ڈیوٹی سونپی ہوئی ہے، ایسے ہی اس کے فرشتے ہدایت و علم پھیلانے کے بھی ذمہ دار بنائے گئے ہیں۔ علم تو دلوں کا رِزق و توشہ ہے جبکہ بادل و بارش اَجساد کا رزق و توشہ ہیں۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ کے اس فرمان: ”جو ہم نے رزق دیا، وہ اس سے خرچ کرتے ہیں۔“ کے بارے میں کہتے ہیں کہ سب سے بڑی سخاوت علم کا صدقہ ہے۔ اور ایک دوسرے اَثر میں ہے کہ بہترین عطیہ اور تحفہ اچھی بات بتا دینا ہے، کہ کوئی شخص اسے سن کر اپنے مسلمان بھائی تک پہنچا دے۔“(مدارج السالکین:2/292)

گویا نبی کریم ﷺ کی فیاضی رمضان میں صرف صدقات پر منحصر نہیں، بلکہ ہر قسم کی جود و سخا میں آپ سب سے بڑھ جاتے۔ اور اس سخاوت میں مال کے ساتھ علمی سخاوت بھی شامل ہے۔ اور رمضان

میں آپ کا جود وسخا مال کے ساتھ علم وفضل میں بھی بڑھ جاتا تھا۔

6۔ رمضان میں عمرہ

رمضان میں عمرہ کی بھی خاص اہمیت اور فضیلت ہے، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«فَإِذَا كَانَ رَمَضَانُ اعْتَمِرِي فِيهِ فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ حَجَّةٌ» أَوْ نَحْوًا مِمَّا قَالَ

"رمضان آئے تو عمرہ کرلینا، کیوں کہ رمضان کا عمرہ ایک حج کے برابر ہوتا ہے۔" (مجموع الفتاویٰ:4/42)

7۔ اعتکاف

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا

"رسول اللہ ﷺ ہر سال رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ لیکن جس سال آپ ﷺ کا انتقال ہوا، اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا تھا۔" (صحیح بخاری:1782)

8۔ رمضان میں نیک اعمال کے فضائل

رمضان میں نیک اعمال کی طرف پوری توجہ کی جائے اور اس ماہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی عبادت کی جائے تو رمضان کی عبادت، مسلمان کو شہید کے درجے سے بھی بڑھا دیتی ہے، سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ بَلِيٍّ قَدِمَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَكَانَ إِسْلَامُهُمَا جَمِيعًا، فَكَانَ أَحَدُهُمَا أَشَدَّ اجْتِهَادًا مِنَ الْآخَرِ، فَغَزَا الْمُجْتَهِدُ مِنْهُمَا فَاسْتُشْهِدَ، ثُمَّ مَكَثَ الْآخَرُ بَعْدَهُ سَنَةً، ثُمَّ تُوُفِّيَ، قَالَ طَلْحَةُ: فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ: بَيْنَا أَنَا عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ، إِذَا أَنَا بِهِمَا، فَخَرَجَ خَارِجٌ مِنَ الْجَنَّةِ، فَأَذِنَ لِلَّذِي تُوُفِّيَ الْآخِرَ مِنْهُمَا، ثُمَّ خَرَجَ، فَأَذِنَ لِلَّذِي اسْتُشْهِدَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ، فَقَالَ: ارْجِعْ، فَإِنَّكَ لَمْ يَأْنِ لَكَ بَعْدُ، فَأَصْبَحَ طَلْحَةُ يُحَدِّثُ بِهِ النَّاسَ، فَعَجِبُوا لِذَلِكَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، وَحَدَّثُوهُ الْحَدِيثَ، فَقَالَ: «مِنْ أَيِّ ذَلِكَ تَعْجَبُونَ؟» فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! هٰذَا كَانَ أَشَدَّ الرَّجُلَيْنِ اجْتِهَادًا، ثُمَّ اسْتُشْهِدَ، وَدَخَلَ هَذَا الْآخِرُ الْجَنَّةَ قَبْلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَلَيْسَ قَدْ مَكَثَ هَذَا بَعْدَهُ سَنَةً؟» قَالُوا: بَلَى، قَالَ: «وَأَدْرَكَ رَمَضَانَ فَصَامَ، وَصَلَّى كَذَا وَكَذَا مِنْ سَجْدَةٍ فِي السَّنَةِ؟» قَالُوا: بَلَى، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «فَمَا بَيْنَهُمَا أَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ»

"قبیلہ بَلِیّ کے دو آدمی نبی ﷺ کے پاس (ہجرت کرکے مدینہ) آگئے۔ وہ دونوں اکٹھے مسلمان ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک دوسرے کی نسبت (نیکی کے کاموں میں) زیادہ محنت کرنے والا تھا، چنانچہ اس محنت کرنے والے نے جہاد کیا اور شہید ہوگیا۔ دوسرا آدمی اس کے بعد ایک سال تک زندہ رہا، پھر وہ فوت ہوگیا۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوں۔ اچانک دیکھا کہ وہ دونوں بھی وہاں موجود ہیں۔ جنت سے ایک آدمی باہر آیا اور اس نے آخر میں فوت ہونے والے کو (جنت میں جانے کی) اجازت دے دی۔ (کچھ دیر بعد) وہ پھر نکلا اور شہید ہونے والے کو اجازت دے دی۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر کہا: واپس چلے جاؤ، ابھی آپ کا وقت نہیں آیا۔ صبح ہوئی تو طلحہ نے لوگوں کو خواب سنایا، انہیں اس پر تعجب ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی معلوم ہوا، اور لوگوں نے نبی ﷺ کو (تفصیل سے خواب کی) بات سنائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کس بات پر تعجب ہے؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! دونوں میں یہ شخص زیادہ محنت والا تھا، پھر اسے شہادت بھی نصیب ہوئی لیکن جنت میں دوسرا اس سے پہلے چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ (دوسرا) اس (پہلے) کے بعد ایک سال تک زندہ نہیں رہا؟ اُنہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس میں روزے رکھے اور سال میں اتنی اتنی رکعت نماز پڑھی؟ اُنہوں نے کہا: جی ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں (کے درجات) میں تو آسمان وزمین کے درمیانی فاصلے سے بھی زیادہ فرق ہے۔" (صحیح بخاری:2044)

لیلۃ القدر اگر کسی مسلمان کو مل جائے تو اس کو ہزار ماہ یعنی 83 سال سے زائد عبادت کا ثواب ملتا ہے اور 83 سال عام انسانوں کی اوسط عمر سے زیادہ ہے۔ چنانچہ ایک رمضان جس میں روزے اور قیام اللیل بھی ہوتے ہیں، زندگی بھر کی عبادت سے بڑا مقام عطا کر سکتا ہے، اس لیلۃ القدر کے ثواب سے بھی اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔ رمضان میں رکھے جانے والے روزوں کے ثواب کے بارے میں اللہ تعالی نے کہا کہ «كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي»، «لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ، وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ»، «وَلَخُلُوفُ فِيهِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ»

"ابن آدم کا ہر عمل بڑھایا جاتا ہے۔ نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک (بڑھادی جاتی ہے)۔ اللہ تعالی نے فرمایا: سوائے روزے کے (کیونکہ)وہ (خالصتاً) میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ وہ میری خاطر اپنی خواہش اور اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اس کے (روزہ) افطار کرنے کے وقت کی اور (دوسری) خوشی اپنے ربّ سے ملاقات کے وقت کی۔ روزہ دار کے منہ

کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔" (سنن ابن ماجہ: 3925)

روزے کی فضیلت میں قرآن کریم میں ہے:

﴿وَأَن تَصوموا خَيرٌ لَكُم إِن كُنتُم تَعلَمونَ﴾ "تم روزہ رکھو، یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔" (سورۃ البقرہ: 184)

اور قیام اللیل کے بارے میں قرآن میں ہے:

﴿تَتَجافىٰ جُنوبُهُم عَنِ المَضاجِعِ يَدعونَ رَبَّهُم خَوفًا وَطَمَعًا وَمِمّا رَزَقنٰهُم يُنفِقونَ ٥ فَلا تَعلَمُ نَفسٌ ما أُخفِيَ لَهُم مِن قُرَّةِ أَعيُنٍ جَزاءً بِما كانوا يَعمَلونَ﴾ "ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔ وہ اپنے پروردگار کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں دیا، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ کوئی یہ نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کی کیا کچھ چیزیں ان کے لئے چھپا رکھی گئی ہیں، یہ ان کاموں کا بدلہ ہوگا جو وہ کیا کرتے تھے۔" (سورۃ السجدۃ: 16-17)

چنانچہ رمضان کے اہم اور نمایاں اعمال:

روزہ، قیام اللیل اور اعتکاف تینوں ایسے مبارک اعمال ہیں جن کے ثواب کو اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں کیا۔ بلکہ اسے غیر معمولی اجر، جسے دیکھ کر انسان خوش ہو جائے، سے ذکر کیا ہے۔ علما کا کہنا ہے کہ وہ اجر جن کا تذکرہ قرآن وسنت میں متعین نہیں کیا گیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے اوپر چھوڑا ہے، ان تمام اجور سے بڑھ کر ہیں، جن کا تذکرہ کر دیا گیا ہے۔ حافظ ابن رجب فرماتے ہیں: "مذکورہ بالا حدیث میں روزے کو دوگنے اجر والے اعمال سے مستثنٰی کیا گیا ہے۔ چنانچہ سب اعمال 10 سے 700 گنا تک اضافہ کئے جاتے ہیں، سوائے روزوں کے، کیونکہ ان کو دوگنا کرنا اس 700 کے عدد میں مقید نہیں بلکہ اللہ عزوجل اس کو بلاحساب کئی گنا کر دیتے ہیں۔ کیونکہ روزے صبر کا نتیجہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صبر کرنے والے اپنا اجر بلاحساب دیے جائیں گے۔ اسی بنا پر نبی کریم سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے اس ماہ کو ماہ صبر قرار دیا ہے۔" (لطائف المعارف از ابن رجب: ص150)

جس حدیث میں رمضان کے اعمال کا ثواب سات سو گنا تک ہو جانے کا وعدہ دیا گیا ہے، وہ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی آمدِ رمضان کے حوالے سے مشہور لمبی حدیث ہے، اور اسی میں رمضان کو ماہِ صبر اور ماہ ہمدردی قرار دیا گیا ہے، لیکن یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ آگے وضاحت آ رہی ہے۔

مزید برآں رمضان میں صوم، قیام اللیل اور لیلۃ القدر کے قیام: تین چیزوں پر تمام گناہوں کی معافی کی بشارت سنائی گئی ہے، اور رمضان کو سال بھر کے گناہوں کا کفارہ بھی قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

«الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمْعَةُ إِلَى الْجُمْعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ، مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ» (صحیح مسلم: 552)

"جب (انسان) کبیرہ گناہوں سے اجتناب کر رہا ہو تو پانچ نمازیں، ایک جمعہ (دوسرے) جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک، درمیان کے عرصے میں ہونیوالے گناہوں کو مٹانے کا سبب ہیں۔"

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان میں تمام اعمالِ خیر کا اجر بے پناہ بڑھ جاتا ہے۔

6۔ ہمدردی وخیر خواہی

ایک مسلمان کے لئے صبر وہمدردی، خیر خواہی اور نرمی وشفقت بھی بہت سا ثواب عطا کرتے ہیں۔ تاہم ماہ رمضان میں اس حوالے سے آنے والی خصوصی احادیث ضعیف ہیں۔

اس سلسلے میں اہم ترین حدیث سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بیان کی جاتی ہے، جس میں رمضان کو شہر المواساۃ، شہر الصبر قرار دیا گیا ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: کتاب الصوم: 1887)

اور یہ حدیث مقبول ہے جس میں رمضان میں دوسروں کے کام آنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ

«... ولأن أمشي مع أخ في حاجة أحب إلي من أن أعتكف في هذا المسجد، (يعني مسجد المدينة) شهرًا ...»

"میں اپنے مسلمان بھائی کی کوئی ضرورت پوری کرنے کو نکلوں تو یہ میرے لئے مسجدِ نبوی میں اعتکاف کرنے سے بہتر ہے۔" (السلسلۃ الصحیحۃ: 906)

روزے سے افضل عمل

بعض مبارک کام ایسے بھی ہیں، جن کا اجر رمضان کے اعمال اور روزے سے بھی زیادہ ہے، مثلاً

«أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ، وَالصَّلَاةِ، وَالصَّدَقَةِ؟». قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ: الْحَالِقَةُ» "کیا میں تمہیں روزے، نماز اور صدقے سے بڑھ کر افضل درجات کے اعمال نہ بتاؤں؟" صحابہ نے کہا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: "آپس کے میل جول اور روابط کو بہتر بنانا۔ (اور اس کے برعکس) آپس کے میل جول اور روابط میں پھوٹ ڈالنا (دین کو) مونڈ دینے والی خصلت ہے۔"

«السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوِ القَائِمِ اللَّيْلَ الصَّائِمِ النَّهَارَ» "بیواؤں اور مسکینوں کے کام آنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے، یا رات بھر عبادت اور دن کو روزے رکھنے والے کے برابر ہے۔" (صحیح بخاری: 5353)

پہلی حدیث میں براہ راست روزے اور نماز سے بہتر عمل کی بات کی گئی ہے۔

جبکہ دوسری حدیث میں رمضان کے بنیادی اعمال: روزے اور قیام اللیل کے اجر کے برابر فضیلت کا وعدہ دیا گیا ہے۔

☆☆☆

فہم توحید

ڈاکٹر حافظ طاہر اسلام عسکری (قسط 02)

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ بر حق نہیں

دلیل

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾(سورۃ آل عمران:18)

”اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور (یہی شہادت) فرشتوں اور سب اہل علم نے بھی دی ہے۔ وہ انصاف پر قائم ہے؛اُس زبردست حکیم کے سوا فی الواقع کوئی خدا نہیں ہے۔“

نیز خداوندِ عالم کا فرمان ہے:

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ﴾(سورۃ محمد:19)

”پس اے نبی ﷺ !خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔“

'لا الٰہ الا اللّٰہ' کا مفہوم

'لا الٰہ الا اللّٰہ' کے معنی ہیں:

لَا مَعْبُوْدَ بِحَقٍّ اِلَّا اللہ

یعنی:”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ بر حق نہیں۔“

چند باطل معانی

'لا الٰہ الا اللّٰہ' کے کچھ ایسے مفاہیم بھی بیان کیے جاتے ہیں جو قطعی طور پر باطل ہیں، مثلاً:

1۔ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللہ، یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

لیکن یہ درست نہیں ہے کیوں کہ اس کا مفہوم یہ نکلے گا کہ ہر معبود اللہ ہے، خواہ وہ معبودِ بر حق ہو یا معبودِ باطل۔

2۔ لَا خَالِقَ اِلَّا اللہ، یعنی خدا کے سوا کوئی خالق نہیں۔

یہ اس کے مفہوم کا ایک جُز تو ہے لیکن اصل مقصود نہیں کیوں کہ اگر 'لا الٰہ الا اللّٰہ' سے یہی مراد ہوتی تو رسول اکرم ﷺ کی قوم کے مابین جھگڑا کیوں ہوتا؟ اِس لیے کہ وہ لوگ بھی خدا کے خالق ہونے کے اقراری تھے۔

3۔ لَا حَاكِمِيَّةَ اِلَّا اللہ، یعنی حق حاکمیت خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

یہ بھی اس کے مطلب کا محض ایک حصہ ہے لیکن صرف اتنا تسلیم کر لینا توحید کے لیے کافی ہے اور نہ ہی حقیقی طور پر مطلوب ہے۔ اِس لیے کہ اگر خدا کو حاکمیت میں یکتا اور منفرد تو تسلیم کر لیا جائے لیکن پوجا و پرستش کسی اور کی جائے تو توحید ثابت نہ ہو گی۔

ارکانِ 'لا الٰہ الا اللّٰہ'

1۔ نفی (لَا اِلٰہ)

اس سے مراد یہ ہے کہ خدا کے سوا ہر اُس شے کی عبادت کی نفی کر دی جائے جس کی پرستش کی جا رہی ہے۔

2۔ اِثبات (الا اللّٰہ)

یعنی عبادت کا اثبات صرف خداے واحد کے لیے کیا جائے جس کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔

دلیل

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ﴾”تو جس نے طاغوت کا انکار کیا۔“ یہ نفی ہے۔

﴿وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ﴾ ”اور اللہ پر ایمان لایا“، یہ اثبات ہے۔

﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ﴾ (سورۃ البقرہ:256)

”اُس نے ایک مضبوط سہارا تھام لیا۔“

نیز خداوند قدوس نے فرمایا:

﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴾(سورۃ الزخرف:26)

”اور (یاد کرو) جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ میں ان چیزوں سے بالکل بری ہوں جن کو تم پوجتے ہو۔“ یہ نفی ہے۔

﴿إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي﴾”میں صرف اُسی کو پوجتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا۔“ یہ اثبات ہے۔

﴿فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ﴾(سورۃ الزخرف:27)

”بے شک وہی میری رہ نمائی فرمائے گا۔“

انسان کو 'لا الٰہ الا اللّٰہ' کہنا کب فائدہ دے گا؟

1۔ جب وہ اس کے مفہوم و مراد سے باخبر ہو۔

2۔ اِس کے تقاضے کے مطابق عمل پیرا ہو۔

اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے علاوہ ہر ایک کی عبادت ترک کر دی جائے اور صرف اُسی کی بندگی کی جائے۔

لا الٰہ الا اللّٰہ کے شرائط

اجمالی تذکرہ

'لا الٰہ الا اللّٰہ' کہنے والے کو یہ کلمہ اس وقت تک کوئی فائدہ نہ دے گا، جب تک وہ اس کی شرائط کو پورا نہ کر دے۔

یہ شرطیں آٹھ ہیں:

1۔ علم، جو کہ جہالت کے منافی ہے۔

2۔یقین، جو کہ شک کی ضد ہے۔

3۔اخلاص، جو کہ شرک کے منافی ہے۔

4۔صدق و سچائی، جو کہ جھوٹ اور کذب کی ضد ہے۔

5۔محبت، جو کہ بغض و نفرت کے برعکس ہے۔

6۔انقیاد و اطاعت ، جو کہ ترک یعنی اطاعت سے دست کش ہونے کے منافی ہے۔

7۔قبول، جو کہ رَد کرنے کی ضد ہے۔

8۔ہر اُس شے کا انکار، جس کے خدا کے سوا عبادت کی جا رہی ہے۔

مذکورہ شرائط کے جامع اشعار

عِلْمٌ يَقِيْنٌ وَّاِخْلَاصٌ وَّصِدْقُكَ مَعَ
مُحِبٍّ وَّ انْقِيَادٍ وَّ الْقَبُوْلِ لَها

"لا الہ الا اللّٰہ کے نافع ہونے کے لیے ضروری ہے کہ تم یہ کلمہ علم، یقین، اخلاص اور صدقِ دل سے کہو؛ نیز یہ بھی لازم ہے کہ اس کے ساتھ محبت و اطاعت اور اسے قبول کرنے کا جذبہ ہو۔"

وَزِدْ ثَامِنُها الْكُفْرَانُ مِنْكَ بِمَا
سِوَى الْإِلَهِ مِنَ الْأَوْثَانِ قَدْ أُلِّها

"پھر اس میں آٹھویں چیز کا بھی اضافہ کر لو کہ تم ہر اُس شے کا انکار کرو گے، جسے خدا کے سوا بت بنا کر پوجا جا رہا ہے۔"

شرائطِ بالا کی تفصیل

اب مندرجہ بالا شرطوں کا مفصل تذکرہ کیا جاتا ہے:

1۔علم منافی جہالت

معنی و مفہوم: اس سے مراد یہ ہے کہ نفی اور اثبات کے پہلو سے ' لا الہ الا اللّٰہ " کے مفہوم کا علم ہونا چاہیے۔

دلیل: اللّٰہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ ﴾ (سورۃ محمد:19)

"تو جان رکھو کہ اللّٰہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔"

2۔یقین منافی شک

معنی و مفہوم: اس کا مطلب یہ ہے کہ 'لا الہ الا اللّٰہ' کہنے والے کو اس بات کا پختہ یقین ہو کہ صرف اللّٰہ عزوجل ہی معبود برحق ہے۔

دلیل: خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴾ (سورۃ الحجرات:15)

"مومن تو بس وہی ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے، پھر شک میں نہیں پڑے اور جنھوں نے اپنے مال اور اپنی جانوں سے اللّٰہ کی راہ میں جہاد کیا؛ یہی لوگ سچے ہیں۔"

3۔اخلاص منافی شرک

معنیٰ و مفہوم: اس کے معنی یہ ہیں کہ عبادت کی تمام قسمیں صرف خدا تعالیٰ کے لیے خالص کر دی جائیں اور کوئی عبادت بھی غیر اللّٰہ کے لیے بجا نہ لائی جائے۔

دلیل: اللّٰہ عزوجل کا فرمانِ عالی شان ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ﴾(سورۃ البینۃ:5)

"اور اُن کو اِس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللّٰہ تعالیٰ کی بندگی کریں اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے، بالکل یک سو ہو کر۔"

4۔صدق منافی کذب

معنی و مفہوم: اس سے مراد یہ ہے کہ کلمۂ توحید کہنے والا اپنے اِس قول میں سچا ہو اور اس کے دل و زبان میں موافقت اور ہم آہنگی پائی جائے۔

دلیل: ارشادِ ربانی ہے:

﴿الم 0 أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ﴾(سورۃ العنکبوت:1۔2)

"ا،ل،م؛ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ "ہم ایمان لائے، اور ان کو آزمایا نہ جائے گا، حالاں کہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون؟!"

5۔محبت منافی بغض

معنیٰ و مفہوم: اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ کلمہ کہنے والا اللّٰہ تعالیٰ اور جناب رسول اللّٰہ ﷺ سے محبت رکھتا ہو؛ نیز وہ اِس کلمے اور اس کے مراد و معنی کو بھی محبوب جانتا ہو۔

دلیل: اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ۗ ﴾ (سورۃ البقرہ:165)

"اور لوگوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو خدا کے ہم سر ٹھہراتے ہیں جن سے وہ اسی طرح محبت کرتے ہیں جس طرح خدا سے محبت کرنی چاہیے؛ لیکن جو (خدا پر) ایمان رکھتے ہیں، وہ سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھنے والے ہیں۔"

6۔انقیاد منافی شرک

معنی و مفہوم: اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللّٰہ تعالیٰ ہی کی عبادت کی جائے؛ اُس کی شریعت کی پابندی کی جائے؛ اُس پر ایمان لایا جائے اور اس کے برحق ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔

دلیل: اللّٰہ عزوجل کا فرمانِ عالی شان ہے:

﴿وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ﴾(سورۃ الزمر:54)

"اور رجوع کرو اپنے رب کی طرف اور اس کے مطیع

بن جاؤ۔"

7۔ قبول منافی رد

معنی و مفہوم: اس کے معنی یہ ہیں کہ کلمۂ توحید اور اس کے معانی و مفاہیم کو قبول کیا جائے؛ یعنی عبادت کو باری تعالیٰ کے لیے خالص کر دیا جائے اور اس کے ماسوا ہر ایک کی عبادت ترک کر دی جائے۔

دلیل: ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ 0 وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ﴾(سورۃ الصافات:35۔36)

"ان کا حال یہ تھا کہ جب ان سے کہا جاتا کہ خدا کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے، تو یہ گھمنڈ میں آجاتے تھے اور کہتے تھے:"کیا ہم ایک شاعر دیوانہ کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟"

8۔ معبودانِ باطلہ کا انکار

یعنی ہر اُس ہستی کا انکار، جس کی خدا کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے۔

معنٰی و مفہوم: اس سے مراد یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت سے بیزاری کا اظہار کیا جائے اور اس کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھا جائے۔

دلیل: اللہ رب العزت فرماتا ہے:

﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ﴾ (سورۃ البقرہ:256)

"جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا، اُس نے ایک مضبوط سہارا تھام لیا۔"

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں

اقرارِ توحید کے بعد رسالتِ محمدی کی شہادت بھی ضروری ہے۔

دلیل رسالت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴾ (سورۃ البقرۃ:128)

"دیکھو تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے؛ تمھارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے؛ تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے اور ایمان والوں کے لیے وہ رحیم اور شفیق ہے۔"

نیز خداوند قدوس نے فرمایا:

﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ﴾ (سورۃ المنافقون:1)

"اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم بے شک اُس کے رسول ہو۔"

شہادتِ رسالت کا مفہوم

رسالت کی گواہی کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرتے ہوئے تہِ دل سے اِس امر کی قطعی و یقینی تصدیق کی جائے کہ محمد ﷺ خدا کے بندے ہیں اور اس کی جانب سے تمام انسانوں اور جنوں کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

ارکان

رسالتِ محمدی کی شہادت کے دو رکن ہیں:

1۔ اعترافِ رسالت

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے رسول ہونے کا اقرار کیا جائے۔ اس کی دلیل اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾(سورۃ الفتح:29)

"محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔"

2۔ اثباتِ عبودیت

یعنی آپ ﷺ کو خدا کا عبد (بندہ) تسلیم کیا جائے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے اعلیٰ و اشرف مقامات کا تذکرہ کرتے ہوئے نبی مکرم ﷺ کو عبودیت کے لقب سے نوازا ہے۔ انھی میں سے ایک مقام وہ ہے جہاں آپ ﷺ کے اپنے رب کو پکارنے کا ذکر ہے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

﴿وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴾(سورۃ الجن:19)

"اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کو پکارنے کے لیے کھڑا ہوا تو لوگ اُس پے ٹوٹ پڑنے کو تیار ہو گئے۔"

پس آپ ﷺ رسول ہیں جنھیں جھٹلایا نہیں جا سکتا؛ اور خدا کے عبد ہیں جن کی پرستش نہیں کی جا سکتی۔

شہادتِ رسالت کے شرائط اور تقاضے

حضرت رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی کے تقاضے اور شرطیں چار ہیں:

1۔ آپ ﷺ نے جو خبر دی ہے، اس میں آپ ﷺ کی تصدیق کی جائے۔

2۔ آپ ﷺ کے حکم کی اطاعت کی جائے۔

3۔ جن امور سے آپ ﷺ نے منع فرمایا اور سختی سے روکا ہے، اُن سے اجتناب کیا جائے۔

4۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف آپ ﷺ ہی کے مقرر کردہ طریقے پر کی جائے؛ یعنی عبادتِ رب میں شریعتِ محمد ﷺ کی پابندی کی جائے۔

☆☆☆

جمعہ کے دن ذکر اور دعا

امام نووی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ

"جان لیجیے کہ جو اذکار عام دنوں میں کیے جاتے ہیں، وہ جمعہ کے دن بھی کیے جائیں گے. اس دن میں دیگر ایام کی نسبت کثرت ذکر زیادہ مستحب ہے. جمعہ کے روز رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنے کا بھی اہتمام کرنا چاہیے. اسی طرح جمعہ کے پورے دن میں طلوع فجر سے غروب آفتاب تک زیادہ سے زیادہ دعا کرنا چاہیے کہ قبولیت کی گھڑی نصیب ہو سکے۔"

☆☆☆

کرامات صحابہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کرامتیں

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب ڈڈلی ((قسط 9))

سیدنا خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو قید میں انگور دیے گئے، یہ سمجھ سے بالاتر ہے کہ وہ کہاں سے دیئے گئے۔

ماویہ بنت حجیر بن ابی اہاب بیان کرتی ہیں کہ وہ اسلام قبول کر چکی تھیں، انہوں نے کہا کہ خبیب میرے مکان میں قید کیے گئے تھے اور میں نے دروازہ سے دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں مرد کے سر کے برابر انگور کا خوشہ تھا، جس سے وہ تناول کر رہے تھے اور مجھے نہیں معلوم کہ اس زمانہ میں روئے زمین پر کہیں انگور کھایا جاتا ہو (انگور کا موسم ہو)۔ (صحیح ابن حبان: 7000)

سیدنا حمزہ بن عمرو کی انگلیاں روشن ہوتی تھیں

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ محمد بن حمزہ سے کہ حمزہ ابن عمرو جن کی کنیت ابو محمد تھی، جو 61ھ میں وفات پائے اور اس وقت ان کی عمر 71 سال تھی، محمد بن عمر نے کہا کہ

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہم مقام تبوک میں تھے تو منافقوں نے عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے قریب بھاگ دوڑ شروع کی، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے کچھ چیزیں گر پڑیں، حمزہ نے کہا کہ میری پانچوں انگلیاں روشن ہو گئیں جن کی روشنی میں میں نے وہ سامان اکٹھا کرنا شروع کر دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے گر گیا تھا، کوڑا، رسی اور اسی طرح کا سامان۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے بیان کیا جاتا ہے، وہ بہت زیادہ روزے رکھتے تھے (شاید اس وجہ سے اللہ کریم نے انہیں یہ کرامت عطا فرمائی تھی)۔ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے التاریخ الکبیر میں بیان کیا ہے۔)

مقام تبوک میں ایک مقام ہے، جہاں رات میں تاریکی زیادہ تھی وہاں پر منافقوں نے یہ سازش کی تھی کہ مصنوعی طور پر اپنی سواریوں کی بھاگ دوڑ مچائی جائے تاکہ اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سواریاں بدک جائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچے، یہاں اس سازش کے نقصان سے اللہ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو بتا دیا تھا، اس لیے یہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم 'صاحب سر النبی صلی اللہ علیہ وسلم' کہلائے تھے، یعنی وہ صحابی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دان تھے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جس نے تمہیں یہ خوشخبری دی ہے وہ فرشتہ ہے۔

سیدنا صفوان بن سعد نے خبر دی کہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ

جنگ خندق میں ایک رات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مشرکوں میں بھیجا تاکہ ان کا حال معلوم کرے یعنی ابو سفیان اور ان کی قوم کا حال اس دوران ایک شہسوار نے مجھ سے کہا:

اے نوجوان! اپنے ذمہ داروں کو یہ بات بتا دو کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمن کے لیے کافی ہو چکا ہے، میں نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یہ ایک فرشتہ ہے جس نے تمہیں یہ خوشخبری دی ہے۔" (رجال حول الرسول: ص 43)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اللہ سے پانی طلب کرتے ہوئے

سیدنا ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، کہ باغ کا مالی آیا، انہوں نے کہا کہ اے ابو حمزہ! ہماری زمینیں پیاسی ہو گئیں ہیں، انہوں نے کہا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ اٹھے اور اور وضو کیا اور میدان کی طرف نکلے اور دو رکعت نماز پڑھی پھر دعا کی۔ میں نے دیکھا کہ بادل مل رہے ہیں، راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر بارش ہوئی، یہاں تک کہ ہر چیز جل تھل ہو گئی، جب بارش رک گئی تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض لوگوں کو بھیجا کہ دیکھو، بارش کہاں تک پہنچی، انہوں نے دیکھا کہ سیرین اور عضبان کے باہر بارش نہیں ہوئی، یعنی جتنے علاقے میں بارش کی ضرورت تھی وہاں ہوئی، دوسرے علاقوں میں نہیں ہوئی۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے لیے دعا فرمایئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ انس کو مال اور اولاد زیادہ دے اور انہیں جنت میں داخل فرما۔ (الاصابہ)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

میں دو چیزیں اپنی زندگی میں دیکھ لی ہیں یعنی مال اور اولاد میں برکت اور تیسری کا انتظار ہے یعنی مرنے کے بعد جنت میں داخلہ کا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی 107 سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ (الاستیعاب)

☆☆☆

فقہ و فتاویٰ

سوالات کے جوابات

ڈاکٹر صہیب حسن (لندن)

حاملہ عورت کے روزوں کا حکم

سوال: میں برطانیہ میں مقیم ہوں ۔ آٹھ سال قبل جب کہ میں حاملہ تھی اور روزے کا دورانیہ انیس (19) گھنٹے تک جا پہنچا تھا تو ڈاکٹر نے مجھے ہدایت کی کہ میں روزے نہ رکھوں کیونکہ جنین کے ارد گرد پانی کی کمی واقع ہونے کا خدشہ تھا۔

میں نے چند دن روزے رکھے اور چند دن نہیں رکھے اور ان کی جگہ بعد میں مزید کی ادائیگی کے بغیر قضا کی۔ ایسے ہی اگلے حمل کے دوران بھی ہوا۔ اب مجھے احساس ہوتا ہے کہ مجھے مزید بھی دیا چاہیے تھا کیونکہ میں روزہ رکھنے کی استطاعت رکھتی تھی لیکن صرف جنین کے بارے میں مذکورہ خدشے کی بنا پر نہ رکھ پائی تھی، میرا سوال یہ ہے کہ کیا مجھے فدیہ دیا جائے ؟ اور اگر دینا ہے تو اس کی کیا مقدار ہو گی ؟ اور کیا بچوں کا باپ یہ فدیہ ادا کرے ؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾ (سورۃ البقرۃ:184)

"اور جو لوگ (قدر کے مشقت کے ساتھ) اس کی استطاعت رکھتے ہوئے تو وہ ایک مسکین کو کھانا کھلانے کا فدیہ ادا کریں۔"

یہ لفظ (اطاق یطیق) کا مطلب ہے کہ کسی چیز کی طاقت تو ہے لیکن بڑی مشقت کے ساتھ اسے ادا کرنا پڑتا ہے ، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں اس کا مصداق ہو سکتی ہیں اور اس لحاظ سے آپ کو یہ فرق کرنا پڑے گا کہ جو روزے حمل کی مشقت کی بنا پر چھوڑے ہیں، ان کا تو صرف فدیہ ادا کیا جاسکتا ہے اور جو روزے مذکورہ خدشے کی بنا پر چھوڑے گئے تھے تو ان کی صرف قضاء کی جائے۔

فدیہ کی مقدار ایک غریب و مسکین آدمی کو کھانا کھلانا ہے۔ جتنے روزے بربنائے مشقت چھوٹے ہیں تو اتنے ہی مساکین کو ایک دفعہ کھانا کھلا دیا جائے یا ایک مسکین کو اتنے دن کھانا کھلاتی رہیں۔ اگر آپ کا اپنا کوئی ذریعہ آمدن نہیں ہے تو بچوں کے والد کو یہ فدیہ ادا کرنا ہو گا۔

مردوں کا خواتین کے ساتھ مخلوط کام کرنے کا حکم

سوال: ایک غیر مسلم ملک میں رہائش کی بنا پر کام کے دوران خواتین سے سابقہ پڑتا رہتا ہے، گلی کوچوں میں چلتے وقت بھی ان پر نگاہ پڑ سکتی ہے ۔ ٹی وی پر خبریں دیکھتے بھی خواتین بھی خبریں پڑھتے نظر آتی ہیں تو اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب: چلتے وقت تو احتیاط برتنا آسان ہے، خاتون کی طرف نہ دیکھیں ۔ نظریں جھکالیں، کام کے اوقات میں کام سے متعلق امور کی بنا پر خواتین کے ساتھ اپنی بات چیت کو محدود رکھیں۔ خبریں ریڈیو پر بھی سنی جا سکتی ہیں۔ اب چونکہ آواز اور صورت (یعنی ٹی وی کا استعمال) خبروں کی حقیقت کو زیادہ وضاحت سے پیش کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اس بات کا خیال رہے کہ اگر اس میں خواہش (یا لذت نظر) کا عنصر شامل ہوتا نظر آئے تو پھر صرفِ نظر ہی سے کام لینا چاہیے۔

ملازم کے لیے پنشن کا حکم

سوال : میں پنشن اسکیم کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں، برطانیہ کی جس کمپنی میں، مَیں کام کرتا ہوں وہ ہر ماہ میری تنخواہ میں سے ایک حصہ کاٹ لیتے ہیں اور پھر اپنی طرف سے دُہرا حصہ ڈال کر اسے تجارت میں لگا دیتے ہیں تاکہ ملازمین کو ریٹائرمنٹ کے بعد تاحیات پنشن ملتی ہے اور اگر ملازم کی دوران ملازمت ہی وفات ہو جائے تو اس کی فیملی کو ایک یک مشت رقم ادا کر دی جاتی ہے۔

ملازمین کی سہولت کے لئے یہ نظام وضع کیا گیا ہے جو عقد ملازمت کا ایک جزو تصور کیا جاتا ہے ۔ اگر میں اس اسکیم میں حصہ نہ لوں تو جس رقم کا میں اس وقت ماہانہ استحقاق رکھتا ہوں، اس کے چوتھائی حصہ سے محروم ہو جاؤں گا ۔ برائے مہربانی اس موضوع پر میری رہنمائی کی جائے۔

جواب: پنشن اسکیم عقد تلازمت کا ایک حصہ ہے جس کی بنیاد باہمی تعاون پر رکھی گئی ہے۔ ملازمت کے دوران بھی اکثر کمپنیاں اپنے کارندوں کو انعامات اور بونس سے نوازتی رہتی ہیں، چنانچہ پنشن اسکیم اسی مد میں آتی ہے، اگر یہ ریاستی ادارے کی طرف سے ہو تو اس کے قبول کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی رعایا کی بے روزگاری میں یا بڑھاپے میں کفالت کرے۔

اور اگر پرائیویٹ کمپنی کی طرف سے ہو تو یہ دیکھا جائے کہ کمپنی نے پنشن کے نام پر جو پیسہ کاروبار میں لگایا ہے وہ کوئی حرام کاروبار تو نہیں، اگر ایسا ہے تو وہ شخص اتنی ہی رقم کا مستحق ہو گا جو اس کی تنخواہ میں سے وضع کی گئی تھی۔ باقی ماندہ رقم کو وہ ذاتی استعمال میں نہ لائے بلکہ محتاجین میں تقسیم کر دے۔ یہی احتیاط کا تقاضا ہے۔ واللہ اعلم

انشورنس والی کمپنی میں ملازمت کا حکم

سؤال: میرے کام کی نوعیت یہ ہے کہ میں تحریر کردہ وصیتوں کی جانچ پڑتال کروں۔ یعنی یہ دیکھوں کہ جو وصیت کی گئی ہے وہ درست طریقے سے تحریر کی گئی ہے یا نہیں! عقد ملازمت (CONTRACT) کو دیکھنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ یہ کمپنی اپنے صارفین کی سہولت کے لئے اُنہیں چند مزید انشورنس اسکیموں کی طرف بھی رہنمائی کرتی ہے جیسے انشورنس برائے حیات، مکان، صحت اور آمدنی، کیا ایسا کام میرے لئے جائز ہے؟

جواب: جہاں تک ملازمت کے مرکزی کام یعنی وصیت کی درستگی کی جانچ پڑتال کرنا، تو اس میں تو کوئی قباحت نہیں ہے لیکن انشورنس کی بعض اسکیموں پر اعتراضات کئے جاسکتے ہیں، اگر یہ اضافی کام اختیاری ہے تو آپ اس اضافی کام کو قبول کرنے سے معذرت کر دیں، اور اگر یہ لازمی ہے، تو بہتر ہے کہ کوئی دوسرا جائز کام تلاش کریں۔

آن لائن خریداری کا حکم

سوال: سکّہ ڈھالنے والی رائل کمپنی (ROYAL MINT) سے سونے کی اشرفیاں یا سونے کی سلاخیں خریدی جاسکتی ہیں اور عام طور پر یہ معاملہ انٹرنیٹ پر کیا جاتا ہے۔ پہلے مکمل ادائیگی (یعنی قیمت) ادا کر دی جاتی ہے اور پھر کمپنی چند دنوں میں ڈاک کے ذریعے آرڈر بھیج دیتی ہے، تو کیا ایسا معاملہ جائز ہے؟

جواب: قاعدہ تو یہی ہے کہ زر کا تبادلہ برابر سرابر ہو، ہاتھ کے ہاتھ ہو، یعنی اس میں ادھار جائز نہیں ہے، لیکن کمپنی کا ادائیگی موصول ہوتے ہی ڈاک کے ذریعے مطلوبہ ہونے کا ارسال کر دیا جانا ایک رسمی معاہدہ تصویر کیا جاتا ہے، گویا خریدار اُسے حتمی طور پر وصول کر رہا ہے، اس لیے چند دن کی دیر سویر سے صرف نظر کرتے ہوتے اسی معاملے کو جائز متصور کیا جائے گا۔

ایسے قبضے یا وصولیابی کو قبضہ بالقوۃ(Constructive Possession) کہا جاتا ہے۔

شراب خانے میں ملازمت کرنے کا حکم

سوال: میں کافی دیر سے کام کی تلاش میں ہوں، بے شمار درخواستیں دے چکا ہوں لیکن جواب نفی میں آتا ہے۔ اب ایک شراب خانے کی طرف سے مثبت جواب موصول ہوا ہے۔ میرا کام شراب کی بوتلوں کو میزوں پر رکھنا نہ ہوگا بلکہ کھانا پیش کرنا، میزوں کی صفائی کرنا، اور ایسے ہی حمامات کی صفائی کرنا ہوگا، مجھے کام کی شدید ضرورت ہے، کیا میں یہ کام کر سکتا ہوں؟

جواب: شراب خانے کے اندر کام کرنے میں اس بات کا قوی امکان ہے کہ شراب کی بوتلوں کو رکھنے، اٹھانے اور صاف کرنے کی نوبت بھی آتی رہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ آپ یہ کام نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا 0 وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ ﴾(سورۃ الطلاق: 2-3)

"اور جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لئے کوئی راستہ بنادے گا اور وہاں سے اسے رزق دے گا جہاں سے اُسے گمان بھی نہ ہوگا۔"

خوبصورتی کے لیے آپریشن کروانا

سوال: میری عمر 23 سال ہے لیکن ابھی سے میری آنکھوں کے نیچے حلقے بن گئے ہیں اور مجھے ذہنی طور پر انتہائی شدید الجھن کا سامنا ہے۔ میں تو باہر پبلک کے سامنے جانے سے بھی کتراتا ہوں۔ تو کیا میں وہ آپریشن جسے (BLE PHAROPLASTY) کہا جاتا ہے کہ جس سے ان حلقوں کو بالکل ختم کیا جا سکتا ہے یا کم از کم ان کی تخفیف ہو جاتی ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب اس بات پر منحصر ہے کہ آیا یہ آپریشن کہ جس کے توسط سے لٹکی ہوئی کھال کو سیدھا کر دیا جاتا ہے، صرف خوبصورت دکھائی دینے کے لیے کیا گیا ہے؟

بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے آنکھوں کے حلقے (EYEBAG) ایک نوجوان شخص کو قبل از وقت بوڑھا ظاہر کرتے ہیں کہ جس کی بنا پر انسان ذہنی تناؤ کا شکار ہو جاتا ہے، تو جس طریقے سے ڈپریشن ہے (مایوسی) کا علاج کرایا جاسکتا ہے، اسی طرح اس مسئلے کو بھی سمجھا جائے، کہ یہ صرف اللہ کی خلقت کو بگاڑنا نہیں ہے بلکہ اس میں ایک عیب ظاہر ہو جانے کے بعد اس کا علاج کرنا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فتویٰ کن علماء سے پوچھا جائے

سوال: کیا اپنے لوکل مفتی یا امام سے ہی مسئلہ پوچھنا چاہیئے یا ہم کسی قابل اعتماد عالم کی طرف رجوع کرسکتے ہیں جو کہ اپنے شہر یا اپنے ملک سے باہر رہائش پذیر ہے؟

جواب: عام طور پر تو مقامی علماء ہی کی طرف رجوع کیا جانا چاہیئے۔ لیکن اگر کوئی شخص ملک سے باہر کسی عالم کی شہرت، اس کے علم اور اس کے تقویٰ کی بنا پر رجوع کرنا چاہے تو اس میں قطعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے، البتہ اگر مسئلے کا تعلق مقامی عادات و رسوم سے ہو تو پھر بہتر ہے کہ مقامی علماء ہی سے رجوع کیا جائے جو اپنے علاقے کے عادات و رسوم کو اچھی طرح سے جانتے ہیں۔

☆☆☆

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ

يجبر الأخ على نفقة الأخت إذا كانت محتاجة.

"بہن محتاج ہو تو اسے خرچ دینا بھائی پر لازم ہو گا۔"

(زاد المسافر:3090)

عمدۃ الأحکام

کتاب الصلوٰۃ: اوقاتِ نماز سے متعلق

فضل الرحمٰن حقانی، خطیب وامام محمدی مسجد نیلسن یوکے

(قسط 37)

امامت سے متعلق

حدیث نمبر:78

عَنْ أَبِي مسعود الأنصاري البدري رضي الله عَنْه قال : «جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ : إِنِّي لأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلاةِ الصُّبْحِ مِنِ أَجْلِ فُلانٍ، مِمَّا يُطِيلُ بِنَا فيها، قَالَ : فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ غَضِبَ فِي مَوْعِظَةٍ قَطُّ أَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ يَوْمَئِذٍ، فَقَالَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ : إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ، فَأَيُّكُمْ أَمَّ النَّاسَ فَلْيُوجِزْ، فَإِنَّ مِنِ وَرَائِهِ الْكَبِيرَ وَالصَّغِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ».

[رواه البخاري، كتاب الأحكام، باب هل يقضي القاضي أو يفتي وهو غضبان، برقم 7159، وفي كتاب العلم، باب الغضب في الموعظة والتعليم إذا رأى ما يكره، برقم 90، وفي كتاب الأذان، باب تخفيف الإمام في القيام، وإتمام الركوع والسجود، برقم 702، وفي باب من شكا إمامه إذا طوّل، برقم 704، وفي كتاب الأدب، باب ما يجوز من الغضب والشدة لأمر الله، برقم 610، برقم 703، ومسلم، برقم 467]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں فلاں امام کی وجہ سے صبح کی نماز میں پیچھے رہ جاتا ہوں چونکہ وہ ہمیں لمبی نماز پڑھاتا ہے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو وعظ کرتے ہوئے اس دن سے زیادہ کبھی غصہ میں نہیں دیکھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لوگوں تم میں سے بعض نفرت پھیلانے والے ہیں جو بھی تم میں سے لوگوں کی امامت کرائے اسے چاہیے کہ اختصار سے کام لے اس لئے کہ اسکے پیچھے بڑے بوڑھے، چھوٹے بچے اور ضرورت مند ہوتے ہیں۔“

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1: جَاءَ : آیا۔

2: رَجُلٌ : ایک مرد۔

2: أَتَأَخَّرُ : میں دیر کر دیتا ہوں۔

3: يُطِيْلُ بِنَا : وہ ہمیں لمبی نماز پڑھاتا ہے۔

4: غَضِبَ : ناراض ہوا، غصہ کیا۔

5: مَوْعِظَةٍ : وعظ و نصیحت۔

6: يَوْمَئِذٍ : اس دن۔

7: مُنَفِّرِيْنَ : نفرت دلانے والے۔

8: أَمَّ النَّاسَ : لوگوں کی امامت کی۔

9: فَلْيُوْجِزْ : چاہیے کہ وہ مختصر کرے۔

10: الْكَبِيْرُ : بڑی عمر کا۔

11: الصَّغِيْرُ : چھوٹی عمر کا۔

12: ذَا الْحَاجَةِ : ضرورت مند۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ امام کے لیے ضروری ہے جماعت کراتے ہوئے نماز میں نمازیوں کا خیال رکھے، یعنی نہ بہت لمبی نماز پڑھائے کہ لوگ اکتا یا تھک جائیں اور نہ ہی اتنی مختصر پڑھائے کہ نمازی اپنی نماز کا سبق مکمل نہ پڑھ سکیں یا وہ نماز کے ارکان اطمینان و اعتدال سے ادا نہ کر سکیں۔

2۔ بہت لمبی نماز پڑھانے والے ائمہ کرام کو رسول اکرم ﷺ نے ناپسند کیا ہے۔

3۔ بہت لمبی نماز پڑھانے کو فتنے یعنی شر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

4۔ اکیلا آدمی جتنی اس کا دل چاہے، نماز لمبی کر سکتا ہے۔

5۔ معذور، عاجز اور ضرورت مند نمازیوں کا خیال رکھنا امام کے لئے ضروری ہے۔

6۔ انسان کو چاہیے کہ دوسروں کے لئے سہولت پیدا کرے نا کہ دوسروں کو مشکلات میں مبتلا کرے۔

7۔ باجماعت نماز میں بوڑھوں، بچوں اور ضرورت مندوں کا شریک ہونا۔

8۔ ضرورت کے تحت وعظ و نصیحت اور تعلیم و تربیت کے وقت غصہ کرنا جائز ہے۔

9۔ غصہ کی حالت میں فیصلہ کرنا درست ہے اور وہ فیصلہ نافذ ہو گا بشرطیکہ غصے کی وجہ سے ناحق فیصلہ نہ ہوا ہو۔

10۔ دینی امور میں کسی ناپسندیدگی کو دیکھ کر غصہ اور سختی کرنا جائز ہے۔

11۔ امام یا امیر وغیرہ کی جائز شکایت کرنا جائز ہے۔

12۔ محض امام یا امیر وغیرہ کی کسی غلطی کی وجہ سے اسے برطرف نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی اصلاح کی جائے گی۔

13۔ امام یا امیر وغیرہ کو چاہیے کہ وہ اپنی غلطی کی اصلاح کریں۔

نبی کریم ﷺ کی نماز کے اوصاف

حدیث نمبر:79

عَنْ أَبِي هريرة رضي الله عَنْه قال : «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَبَّرَ فِي الصَّلاةِ سَكَتَ هُنَيْهَةً قَبْلَ أَنْ يَقْرَأَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، أَرَأَيْتَ سُكُوتَكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ، مَا تَقُولُ؟ قَالَ : أَقُولُ:

«اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنِ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْنِي مِنِ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ».

[رواه البخاري، كتاب الأذان، باب ما يقول بعد التكبير، برقم 744، ومسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب ما يقال بين تكبيرة الإحرام والقراءة، برقم 598]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے تکبیر تحریمہ کہتے تو کچھ دیر خاموش رہتے پہلے اس سے کہ آپ قراءت کریں میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ تکبیر اور قراءت کے درمیان خاموش رہتے ہیں، اس میں کیا کہتے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں یہ کہتا ہوں:

«اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنِ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْنِي مِنِ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ».

”اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان دوری پیدا کر دے جس طرح تو نے مشرق و مغرب کے درمیان دوری پیدا کی ہے۔ اے اللہ ! میری خطاؤں کو صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! میری خطائیں پانی، برف اور اولوں سے دھو ڈال۔“

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1: سَكَتَ : وہ خاموش رہا۔

2: هُنَيْهَةً: تھوڑی دیر۔

3: بِأَبِيْ اَنْتَ وَأُمِّيْ: میرے والدین آپ پر قربان۔

4: بَاعِدْ : دوری پیدا کر۔

5: خَطَايَايَ : میری خطائیں۔

6: يُنَقَّى : صاف کیا جاتا ہے۔

7: الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ: سفید کپڑا۔

8: مِنَ الدَّنَسِ : میل کچیل سے

9: اِغْسِلْنِيْ : مجھے دھو ڈال۔

10: الثَّلْجُ : برف۔

11: الْبَرَدُ : اولے، ٹھنڈک۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ تکبیر تحریمہ کے بعد قراءت سے پہلے دعائے استفتاح پڑھنا سنت و مستحب عمل ہے۔

2۔ دعائے استفتاح سری ہے نماز خواہ سری ہو یا جہری۔

3۔ اللھم باعد بني و بین خطایای مسنون دعا ہے اور معنی و مفہوم کے اعتبار سے انتہائی شاندار اور جامع ہے مگر بد قسمتی سے بہت سارے مسلمان اس دعا سے محروم ہیں۔

4۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی حرکات و سکنات کو کمال درجہ سے دیکھتے اور اتباع کیا کرتے تھے۔

5۔ گناہ کی تاثیر چونکہ گرم ہوتی ہے، لہٰذا اس مناسبت سے دعا کے دوران پانی، برف اور اولوں کے الفاظ استعمال کئے گئے جس طرح یہ اشیاء گرمی کو زائل کرتی ہیں، اسی طرح دعا سے گناہوں کی حدت جاتی رہتی ہے۔

6۔ حدیث و سنت بھی اسی طرح دین ہے جس طرح قرآن مجید۔ نماز میں جس طرح قرآن مجید کا اہتمام ہے بالکل اسی طرح حدیث کا بھی۔

7۔ حدیث و سنت کی حفاظت بھی اللہ نے اسی طرح کی ہے جس طرح قرآن مجید کی جیسے نماز میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اسی طرح حدیث بھی پڑھی جاتی ہے۔

8۔ گناہوں سے دور رہنے کا حکم ہے بلکہ بہت دور کیونکہ گناہوں کے اثرات ہوتے ہیں جن سے گنہگار بھی متاثر ہوتا اور معاشرہ بھی۔

9۔ گناہ ہو جانے کی صورت میں ان کو صاف کرنے کا حکم ہے اور گناہوں کی صفائی توبہ و استغفار اور نیک اعمال سے ہوتی ہے۔

10۔ نماز کے ذریعے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

☆☆☆

جمعہ کے دن ذکر اور دعا

امام نووی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ

”جان لیجیے کہ جو اذکار عام دنوں میں کیے جاتے ہیں، وہ جمعہ کے دن بھی کیے جائیں گے. اس دن میں دیگر ایام کی نسبت کثرت ذکر زیادہ مستحب ہے. جمعہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر کثرت سے درود بھیجنے کا بھی اہتمام کرنا چاہیے. اسی طرح جمعہ کے پورے دن میں طلوع فجر سے غروب آفتاب تک زیادہ سے زیادہ دعا کرنا چاہیے کہ قبولیت کی گھڑی نصیب ہو سکے۔“

آپ بیتی

مشاہدات امریکہ

ڈاکٹر صہیب حسن (لندن) (قسط 02)

وہیب سلمہ اللہ نے بتایا کہ اس نے دو دن کے لئے ایک صحرائی علاقے میں کاٹیج بک کرائی ہے، جہاں ایک نیشنل پارک سیاحتی بناء پر مرجع خاص وعام ہے۔ مجھے اچنبھا بھی ہوا کہ میں تو صحراء نفود (دمام اور ریاض کے درمیان) کو دوران تیام جامعہ مدینہ پار کر چکاہوں اور پھر ریاض سے مدینہ کا بھی ایک ٹرک میں صحرائی سفر کر چکاہوں تو یہاں ریت اور جھاڑیوں کے سوا کیا چیز قابل دید ہو گی لیکن وہاں پہنچ کر اس مقام کی اصل اہمیت واشگار ہوئی۔

JOSHUAREE سان ڈیگو سے تقریبا تین گھنٹے یعنی 160 میل کی مسافت پر ہے، امریکہ کے ساحلی شہر لاس انجلز سے مشرق کی طرف چلے آئیں تو 125 میل کا فاصلہ بنتا ہے۔

ہم چونکہ رات کی تاریکی میں اپنی منزل معصوم تک پہنچے تھے، اس لئے سوائے رستے کے نشیب و فراز، بے آب وگیاہ پہاڑیوں کے درمیان ایک وسیع شاہراہ کے پیچ و خم کے علاوہ مزید کچھ دیکھنے کے لیے اگلی صبح کے منتظر تھے۔ البتہ دن کی روشنی میں ایک جگہ کچھ توقف کیا تھا۔ یہ ایک پختہ گرانڈیل عمارت کی شکل میں ایک مارکیٹ تھی، جس کے بیرونی احاطہ کے ساتھ ساتھ کوئی ایک میل ڈرائیو کرنے کے بعد بعد ہم اس میں داخل ہوئے، گویا ہم اس کا آخری حصہ ہی دیکھ پائے جہاں گرم کپڑوں کی ایک بڑی سی دوکان میں ہمیں کچھ بھی اپنی پسند کی چیزیں ہاتھ آ گئیں اور پھر آدھے گھنٹے کے لئے بجائے پڑول کے ہماری گاڑی نے ایک الیکٹرک عمود کے ساتھ پارک ہو کر چارج ہونے کا موقع حاصل کر لیا۔

ابھی شفق کی روشنی باقی تھی جب ہم ایک نسبتاً اونچی پہاڑی پر ایک آہنی پھاٹک کے قریب پہنچے کہ جس کی جالیوں سے ہمیں اپنی رہائش گاہ نظر آ رہی تھی۔ اب وہاں نہ آدم، نہ آدم زاد۔ پھاٹک کے کنڈے میں ایک قفل لٹک رہا تھا جس کا کوڈ ہمیں دے دیا گیا تھا اور اس کوڈ نے کھل جا سم سم، کا سماں پیدا کر دیا اور ہم کاٹیج میں داخل ہو سکے۔ بڑے سے احاطہ کے درمیان یہ ایک مستطیل یک منزلہ عمارت تھی جس کے شروع استقبالیہ کرہ مع لوازمات مطبخ اور ٹی وی اسکرین، ہمیں خوش آمدید کہنے کا منتظر تھا، اور پھر اس کمرے سے وہ طبی سی راہداری تھی کہ جس کے ایک طرف دو کمرے اور دوسری طرف مرکزی بیڈ روم اور حمامات کی سہولت مہیا کی گئی تھی۔ راہداری کے آخر میں ایک اور کمرے کا دروازہ تھا، جس میں ٹیبل ٹینس کے لوازمات سجادئے گئے تھے۔

مغرب وعشاء کی نماز قبلے کا اندازہ کر کے ادا کی لیکن پھر فجر کی روشنی نے مشرق کا تعین کر دیا کہ جو ہمارا درست قبلہ بنتا تھا۔

JOSHUA TREE یا JT کے نام سے یہ چھوٹا سا قصبہ صحرائی علاقے میں ایک مخصوص درخت کی طرف اپنی نسبت رکھتا ہے۔

کیلے فورنیا کے مشرق میں وہ وسیع وعریض صحراء ہے جو امریکہ کی تین ریاستوں (کیلے فورنیا، ایرے زونا، نواڈا) کے سرحدی علاقوں پر محیط ہے اور پھر جنوب میں میکسیکو کی سرحدوں کو بھی چھوتا ہے۔ ایک خاص صحرائی ماحول رکھتا ہے۔ بڑی بڑی چٹانوں (BOULDERS)، خشک سرزمین اور ناریل کے درخت سے مشابہت ایک جھاڑی نما درخت کی لا تعداد افزائش کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ درخت جو 3 فٹ سے 9 فٹ تک اپنی بلندی رکھتا ہے، اپنے بالائی حصے میں ان ٹہنیوں کو اٹھائے ہوئے ہے، جنہیں کانٹے دار پھولوں کے گچھے پھیلے ہوئے دعائیہ کے ہاتھوں کا سامنظر پیش کرتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ انیسویں صدی میں جب مور من فرقے کے عیسائی اس علاقے میں وارد ہوئے کو انہوں نے ان درختوں کی ہیئت کذائی کو دیکھتے ہوئے انہیں نبی یوشع (Goshra) کا نام دیا، جو ان کے نزدیک اپنے دعائیہ ہاتھوں کی وجہ سے مشہور ہوتے تھے، یہ بھی کہا گیا کہ وہ جب صحرائے سینا سے شہر اریحا (JERICHO) کا قصد رکھتے تھے تو ان کے کے تھے اریحا کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔

یہ دن ہم نے اسی درخت سے موسوم نیشنل پارک کے طول و عرض کو ماپنے میں گزارا، اس پارک کی طوالت تقریباً ایک گھنٹے کی ڈرائیو کے برابر ہے، ایسے ہی اس کی چوڑائی ذرا اس سے کم ہو گی۔ چند قابل دید مقامات کی نشاندنی کر دی گئی۔

منظر نامہ تو یکساں ہے، ہر طرف وہ ٹیلے جو ان چٹانوں کے جمع ہونے سے وجود میں آئے ہیں جو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تراش خراش کے بعد ایک دوسرے کے اوپر رکھ دی گئی ہیں۔ انہیں (BOULDER) کا نام دیا گیا ہے۔ ان چٹانوں کا یا پتھروں کا سائز یا حجم اتنا بڑا ضرور ہوتا ہے کہ انہیں لڑھکایا نہیں جا یا سکتا، اور پھر ان کے درمیان JT کھڑے نظر آتے ہیں۔ ایک بلند مقام سے میدانی علاقہ نظر نواز ہوا۔ ہماری آنکھوں

کے سامنے لا تعداد JT اس طرح ایستادہ نظر آئے جیسے کسی کھلے علاقہ میں ستون ہی ستون ہوں۔ پارک کے تعارفی پمفلٹ میں انہی چٹانوں کو قابل کشش بنانے کے لئے مختلف نام دیے گئے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ ”کھوپڑی کی آنکھ(SKULL EYE) کا نشان نظر آیا۔ اس اونچی چٹان کے بالائی حصے میں ایک بڑا سوراخ ہے اس لئے یہ نام اس پر سجتا ہے۔ سیاح یہاں تصاویر بنانے میں مصروف تھے۔

ایک جگہ ”پوشیدہ وادی“(HIDDEN VALLEY) کی طرف جانے کا تیر نظر آیا۔ لوگ کئی تنگ راستوں کو پھلانگتے ایک طرف کو رواں دواں تھے، ہم نے بھی ہمت مرداں کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس راستے کو جالیا، جو اپنی تنگنائیوں، مخروطی چٹانوں سے بنے جھروکوں اور نشیب و فراز سے پُر راہداریوں کی سیر کراتے کراتے اس وادی تک لے آیا، جہاں JT کا ایک نمونہ ہمارے سامنے تھا۔ یہ تھی حقیقت اس پوشیدہ وادی کی جو بہت سی رکاوٹوں کی آڑ میں آنکھوں سے اوجھل ہو چکی تھی، یہاں باقاعدہ ایک کار پارک بھی بنا دیا گیا تھا تاکہ سیاح حضرات دلجمعی سے اس پوشیدہ وادی کے اسرار و رموز کو دریافت کر سکیں۔ پھر آسمان سے ابر رحمت برسنا شروع ہوا تو ہم نے انہی چٹانوں کی اوٹ میں پناہ کی۔ وہیں ایک پتھر پر بیٹھ کر نماز ادا کی اور پھر پکنک کے بیگ میں محفوظ سینڈوچ سے پیٹ کی آگ بجھائی۔ ہم نے اس پارک کی راہ نوردی میں اتنا وقت گزار لیا تھا کہ واپسی کے وقت نے ہمیں آلیا۔

ان سطور کے تحریر کرتے وقت JT سے معمور اس علاقے کے بارے میں جو معلومات حاصل کر سکا اسے باختصار پیش کر رہا ہوں:

یہ وسیع و عریض صحراء امریکہ کی تین ریاستوں کے اطراف میں پھیلا ہوا ہے، جنوبی کیلیئے فورنیا، ایری زونا اور نواڈا۔ صحراء کے ایک حصے کو MOJAVE کا نام دیا گیا ہے۔ تقریباً 1242 مربع میل کے رقبے پر محیط ہے لیکن نیشنل پارک کے لئے 676 مربع میل کا علاقہ مختص کیا گیا ہے۔

JT کی نمو بہت سست ہے۔ سالانہ دو تین انچ سے زیادہ نہیں بڑھ پاتا، مکمل ہونے میں کوئی پچاس (50) ساٹھ (60) سال لگ جاتے ہیں۔ کیکٹس (CACTUS) سے مشابہ ہے لیکن اس کی جنس مختلف ہے، جسے یُوکس (Yuccus) کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے پتوں اور ریشوں سے ٹوکریاں بنائی جاتی ہیں اور اس کے بیج ریڈ انڈین کی غذا س شامل ہیں، میکسیکو میں اس سے ٹی کولا" (TEQULLA) نامی شراب کشید کی جاتی ہے۔

قدیم ترین درخت کی عمر 9 سو سال بتائی گئی ہے۔

اس صحراء میں کوئی بڑا جانور نہیں پایا جاتا سوائے (COYOTE) کے جو ایک بھیڑیا نما حیوان ہے جو نہ صرف صحراء میں بلکہ آبادیوں میں بھی مٹر گشت کرتا نظر آجاتا ہے۔ اس کے علاوہ بچھو، سانپ اور کالے مکڑے بھی یہاں کی شناخت ہیں۔ ساحل سمندر سے آتے آتے اس علاقے کی بلندی 2700 فٹ رقم کی گئی ہے۔ نیشنل پارک سے متصل قصبہ ایسی درخت کے نام سے پہچانا جاتا ہے کہ جس کی آبادی ساڑھے سات ہزار نفوس سے متجاوز نہیں ہے۔

قصبہ اُولین (PIONEER TOWN)

امریکن تاریخ کا میں دلچسپی سے مطالعہ کرتا ہوں، اعلان آزادی (1776ء) سے کوئی ڈھائی سو سال قبل سے یورپ سے دخانی بحری جہاز نئے ملک اور نئی آبادیوں کے متلاشیوں کو امریکہ کے مشرقی ساحلوں کی طرف لے جانے کے لئے کمر بستہ تھے۔ مشرقی اور وسطی امریکہ میں نو آبادیاں قائم کرنے کے بعد نئی دنیا کے فاتحین ”ھل من مزید“ کی تلاش میں انتہائے مغرب پہنچنا چاہتے تھے، جہاں کیلیے فورنیا اور ملحقہ علاقوں میں سونے کی دریافت مال وزر کے عشاق کے لئے مہمیز کا کام دے رہی تھی۔ کہیں بنجر پہاڑیاں، کہیں انتہائی سر سبز وادیاں اور پھر میسیس پی (MISSISPI) اور دیگر گہرے اور مہیب دریاؤں کا پار کرنا جب کہ مقامی باشندوں یعنی ریڈ انڈین کے تیروں کی بوچھاڑ کا ہر دم خطرہ لاحق رہتا تھا اور پھر سواری کے لئے گھوڑے یا دو چار گھوڑوں کی بگھیاں لیکن راستے اتنے طویل کہ کنارہ ہاتھ نہ آئے۔

یہ لوگ ان راستوں پر بستیاں بساتے گئے، ایک عام سی بستی کا یہ منظر نامہ تھا کہ جہاں کہیں پانی میسر ہو، یہ لوگ کچے راستے کے دو اطراف لکڑی کے یک منزلہ یا دو منزلہ مکانات بنا لیتے، دکانیں، دفاتر، شراب خانے اور خاص طور پر اسلحہ یعنی بندوقوں کے قابل فروخت ذخیرے، صف اول میں اور عقب میں رہائشی مکانات کہ جن کے ساتھ مویشیوں کے وسیع و عریض باڑے ہوا کرتے تھے۔

اب یہ مناظر عنقا ہو چکے ہیں لیکن JT سے واپسی کے لئے نکلتے وقت ہم نے دس بارہ منٹ کے فاصلے پر واقع PIONEER TOWN کی راہ لی جو ایسے ہی ایک قصبے کی یاد تازہ کرنے اور خاص طور پر سیاحوں کو اس قدیم دنیا کی سیر کرانے کے لئے 1946ء میں خاص طور پر بتایا گیا تھا۔

JT اگر 2700 فٹ کی سطح مرتفع پر واقع ہے تو ہم مزید تیرہ سو فٹ کی بلندی پر واقع اس قصبے میں پہنچ گئے۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ قصبہ 1880ء کے ماحول کے مطابق ڈیزائن کیا گیا ہے اور مقصود یہ تھا کہ ’جنگلی مغرب“(WILLD WEST) کی زندگی کی تصویر کشی کے لئے اور پھر اسے پردہ سیمیں پیش کرنے کا ساز و سامان فراہم کیا جا سکے۔ ہم نے گاڑی قصبے سے باہر پارک کی اور پھر اس کچے راستے پر ہو لئے

کہ جس کے دونوں طرف ڈیڑھ سو سال قبل کی دنیا آباد تھی۔

سب سے پہلے دکان میں ان فلموں کے پوسٹروں کی تشہیر کی گئی تھی جن کی شوٹنگ یہاں پر ہوتی ہیں، ہم اگلی دکان پر پہنچے جہاں تھڑے پر ایک صاحبہ کرسی پر براجمان پیروں کی کھڈی کی مدد سے اونی شال بننے میں مصروف تھیں، دوسری کرسی پر ان کے شریک حیات اپنے کسی فن کا مظاہرہ کر رہے تھے اور پیروں میں ایک بھیڑ اس خاموشی کے ساتھ براجمان تھی گویا کوئی مورتی رکھ دی گئی ہو۔

پوچھا کہ اقامت کہاں ہے؟ کیا روزانہ باہر سے آنا ہوتا ہے؟

تو اس نے بتایا کہ نہیں! ہم لوگ اسی قصبے میں ذرا فاصلے پر رہائش رکھتے ہیں جہاں ماڈرن زندگی کی ساری سہولتیں میسر ہیں لیکن روزانہ اور خاص طور پر ویک اینڈ میں اپنی اس روایت کو برقرار رکھنے کے لیے اور سیاحوں کی دلدہی کے لئے حاضر رہتے ہیں۔

کیا آبادی ہو گی؟ تو تبایا کہ کوئی 420 اشخاص یہاں رہائش پذیر ہیں۔ ایک دکان پر یہ بورڈ آویزاں تھا (GUN FIGHTER FOR HIRE) یعنی "بندوقچی کرائے کے لئے۔"

سٹی آفس کی بوسیدہ عمارت میں داخل ہوئے تو شروع ہی میں ایک کوٹھری سلاخوں سے پٹی موجود تھی جو غالباً حبس بے جا کی نیت سے بنائی گئی ہو گی۔

دوسری دکانوں پر تخالف، قدیم ملبوسات، یادگاری مصنوعات، فروخت کے لئے موجود تھیں۔ مویشیوں کے باڑے بھی نظر آئے۔ ایک سرائے کے بالمقابل لکڑی کے وہ کھونٹے بھی نظر آرہے تھے جہاں مسافر اپنے گھوڑوں کو باندھ سکیں۔

پانی کی فراہمی کے لئے بازار کے آخر میں ایک کنواں اپنے ڈول کے ساتھ موجود تھا۔ یہ ایک مختصر سا بازار تھا۔ ہم نے دوسری طرف کے دروازوں اور کھڑ کیوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے واپسی کی راہ لی۔

ایک جگہ قدیم امریکی لباس میں ملبوس دو گھڑ سوار اپنے گھوڑوں پر نظر آئے، جو ایک ہاتھ میں گھوڑے کی باگ اور دوسرے ہاتھ میں وہ رسی کا پھندا پھیلائے ہوئے تھے جسے وہ اپنی مہارت کے اظہار کے لئے کسی چلتے پھرتے شخص کی طرف اس طرح پھینکتے کہ وہ اسی کی گردن میں سما جائے۔ پرانے زمانے میں اس طرح دشمن کو قابو میں لایا جاتا تھا اور اب سیاحوں کے ساتھ اٹھکلیاں کرنے کے لئے۔

JT اکا دکا یہاں بھی نظر آئے۔ ہم نے سان ڈیگو کی شاہراہ کو دوبارہ جا لیا اور پھر ڈھائی تین گھنٹے کی مسافت طے کرنے کے بعد اپنی رہائش گاہ میں داخل ہو گئے۔

اب یہاں مقارنۃً ایک اور جگہ کا تذکرہ کرتا چلوں۔ مجھے کینیا (مشرقی افریقہ) میں اپنی نو سالہ اقامت کے دوران کئی دفعہ اس ملک کے ایک دور دراز علاقے میں واقع ایک قصبے "اسیولو" (ISIOLO) جانا، یاد ہے جو 1970ء کے لگ بھگ امریکہ کے مذکورہ یادگار قصبے کی تصویر پیش کر رہا تھا۔ یہاں ہمارے دوست شیخ محمد سلفی (حال مدیر جامعہ ستاریہ کراچی) سعودیہ کی طرف سے مبعوث کی حیثیت سے مقیم تھے اور اس دور افتادہ علاقے میں ایک یتیم خانے کی سرپرستی کر رہے تھے۔ بالکل یہی منظر، نیم صحرائی علاقہ، قصبے کے درمیان واحد کچی سڑک جس کے دونوں طرف دکانیں اور مکانات تھے، فاصلے فاصلے پر رہائشی مکانات تھے، فرق صرف اتنا تھا کہ لوگ جینے کی خواہش لئے اس قصبے کے باسی بن گئے تھے، یہاں کوئی بندوقچی کرائے کے لئے نہیں تھا، آبادی صومالی باشندوں پر مشتمل تھی، البتہ یہاں جنگلی جانوروں کی بہتات تھی۔ سورج غروب ہوتے ہی اندھیرا چھا جاتا تھا اور لوگ اپنے گھروں کے دروازے مضبوطی سے بند رکھتے تھے اور وہ اس لئے کہ رات کو جنگلی جانوروں بشمول شہنشاہ جنگل اور اس کے مصاحبین کو مٹر گشت کرنے سے کوئی روک نہ سکتا تھا۔ گو آبادی کی مناسبت سے بڑے جانور ذرا دور ہی رہتے تھے لیکن ہرن، زیبروں، زرافوں، بندروں اور اصل بھیڑیوں کی اچھل کود کا پورا امکان رہتا تھا۔

"ISIOLO" کے مشاہدات پر اب نصف صدی کا عرصہ گزر چکا ہے، یہ قصبہ چونکہ ایک جیتا جاگتا قصبہ تھا، اس لیے تیزی سے ترقی کے مدارج طے کرتا رہا، ایک سڑک نہیں بے شمار سڑکیں ہیں اور سب کی سب پختہ، ٹین اور لکڑی کے مکانات کے بجائے سیمنٹ اور کنکریٹ کے طفیل سے نئی نئی عمارتیں جلوہ گر ہو چکی ہیں۔ وہ جگہ جہاں صرف گاڑی، جیپ اور ٹرک کی رسائی تھی۔ وہاں اب ایک بین الاقوامی ہوائی اڈہ بھی بن چکا ہے۔ عصر حاضر کی ٹیکنالوجی کی بدولت ہمارے قارئین اس مضمون میں مذکور تینوں جگہوں کو "یوٹیوب" کے طفیل اب خود دیکھ سکتے ہیں اور اللہ کی بنائی اس زمین کی رنگینوں سے گھر بیٹھے محظوظ ہو سکتے ہیں۔ (جاری ہے)

☆☆☆

تحریک اہل حدیث دراصل کتاب و سنت کی بے آمیز دعوت کی تحریک تھی جس کا مقصد مشرکانہ اوہام اور بدعات و رسومات کا خاتمہ اور تقلید و جمود کے بالمقابل تحقیق و اجتہاد کا فروغ تھا. بدقسمتی سے آج زیادہ زور چند فروعی مسائل پر رہ گیا ہے اور وہ تجدیدی اور اجتہادی فکر مفقود ہو گئی ہے جو روز اول سے اس کا شعار تھی. اس فکری زوال سے نکلنے کا راستا یہی ہے کہ اپنے اصلی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے جامع حکمت عملی بنائی جائے اور گروہی ذہنیت سے نکل کر ملی مصالح کے حصول کو اپنا نصب العین بنایا جائے۔
(طاہر اسلام عسکری)

منہج سلف

ڈاکٹر آصف عمری

إن الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على خاتم الانبياء والمرسلين محمد وعلى أله و أهل بيته ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين. أما بعد!

﴿ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾

"دین (ایمان، عقیدہ و عمل) اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔(سورۃ آل عمران:19)

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۖ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ﴾

"پھر اگر وہ سارے لوگ) اس جیسا ایمان لائیں جس پر تم (صحابہ کرام ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پاگئے اور اگر وہ انحراف کر جائیں اور پھر جائیں تو محض ایک ضد اور انتشار میں ہیں۔"(سورۃ البقرۃ:137)

فرمان نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»

"جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا قول و عمل نہیں تو وہ عمل مردود اور نا قابل قبول ہے۔" (صحیح بخاری)

وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملّةً كلهم في النّارِ إلّا مِلّةً واحدةً قالوا من هي يا رسول الله قال: ما أنا عليه وأصحابي. (جامع ترمذی:2641)

"اور میری امت تہتر (73) ملتوں میں بٹ جائے گی وہ سب کے سب جہنم میں ہوں گے سوائے ایک ملت کے ، لوگوں نے پوچھا اور وہ کون ہے؟ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا:"جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔"

دور حاضر 1442ھ مطابق 2021ء میں مسلمانان عالم کی دینی، ایمانی، اخلاقی، عائلی و سماجی صورتحال انتہائی ابتر اور افسوس ناک ہے ہر باشعور طبقہ اچھی طرح جانتا ہے اور شدت سے اس تباہی و بربادی، زوال، نکبت، ذلت، پسماندگی کا حساس بھی کرتا، ہے آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ اکثریت مقصد حیات اور انجام آخرت سے غافل ہیں:

﴿ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ (سورۃ الاعراف:187)

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت اللہ پر ایمان رکھنے کے باوجود شرک میں مبتلا ہیں۔

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾(سورۃ یوسف:106)

خاتم الانبیاء محمد ﷺ نے پیشین گوئی فرمادی تھی:

من يعش منكم فسيرى اختلافا كثيرًا، فعليكم بسنتي وسنّةِ الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ، وإيّاكُم ومُحدثات الأمور، فإن كل بدعة ضلالة. (جامع ترمذی:2676)

"تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا۔ (تو اس وقت) تم میرا طریقہ اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کا طریقہ لازم پکڑنا۔ اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور اسے اپنے ڈاڑھوں سے تھام لو اور نئے نئے کام (دین میں) ایجاد کرنے سے بچو کیونکہ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

دین اسلام سارے انبیاء کرام علیہم السلام کا دین رہا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اب قیامت تک سارے انسانوں کے لیے صرف اسلام ہی راہ ہدایت و نجات ہے۔ راستہ بھی ایک ہے منزل بھی ایک ہے۔ وہ سیدھا راستہ صراط مستقیم جس کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کی زبانی ہمیں بتا دیا:

﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ﴾

"اور یہ کہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔"(سورۃ الانعام:153)

تمام مسلمانوں کے لیے اصولی بات

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾

"اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز پر اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول (ﷺ) کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام بہت اچھا ہے۔"(سورۃ النساء:59)

دین و شریعت کے کسی بھی معاملہ میں تمہارے اپنے حکمرانوں، ائمہ اور بڑوں سے اختلاف ہو جائے تو تم اپنے اختلافات کا حل قرآن وحدیث کے ذریعہ تلاش

کرو۔

منہج سلف صالحین کیا ہے؟

منہج طریقہ یا راستہ کو کہتے ہیں منہج سلف صالحین یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین عظام تبع تابعین اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے ائمہ و محدثین، دین کے فکر و فہم، فقہ و بصیرت، رکھنے والوں کو کہتے ہیں۔

منہج سلف عقیدہ و توحید کی پختگی کتاب و سنت کی صحیح اور مکمل پیروی کا نام ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں نبی کریم ﷺ سے فرمایا:

﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾

”جو ارشادات لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دیں۔“(سورۃ النحل:44)

(قرآن مجید اس لئے نازل کیا گیا تا کہ آپ ﷺ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں جو لوگوں کی جانب نازل کیا گیا۔)

دین اسلام کی صحیح مکمل تعبیر و تشریح کا نام سلفیت ہے۔ وہ منہج اور طریقہ اور وہ عقیدہ و عمل جو سلف یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نزول قرآن کے وقت رسول اکرم ﷺ کے قول و عمل سے سیکھا، سمجھا، دیکھا اور عمل کیا اور بعد والوں کو اسی عقیدہ عمل کی دعوت دی اور سکھایا جسے انہوں نے حرز جان بنا کر تاویل و تحریف، تعطیل و تشبیہ، افراط و تفریط کے بغیر قولی و عملی طور پر اپنایا اور تابعین عظام نے بھی صحابہ کرام سے من و عن ان نصوص، اصل قرآن وسنت اور فہم کو حاصل کیا یہی سلفی منہج ہے۔

خصوصیات منہج سلف:

1۔ خالص کتاب و سنت کا راستہ ہے۔

2۔ سب سے بہترین طبقہ اور گروہ یعنی صحابہ کرام نے براہ راست رسول ﷺ سے سیکھا اور سمجھا۔

3۔ یہی صراط مستقیم جنت کی طرف لے جانے والا راستہ ہے۔

4۔ ہر قسم کے فکری و عملی انحراف شرک و بدعات سے پاک شاہراہ عمل ہے۔

5۔ امت اور انسانیت کے لیے ہر نئے مسائل و مشکلات کا صحیح حل اس میں ہے۔

6۔ یہ ساری انسانیت اور دنیا کے لیے امن و شانتی، اخوت و بھائی چارہ، مذہبی رواداری، احترام انسانیت، فرقہ وارانہ ہم آہنگی، الفت و محبت، ہدایت و نجات کا ضامن ہے۔

7۔ منہج سلف دین کے صحیح فہم و عمل کا نمونہ ہے۔

8۔ کتاب و سنت کی فطری اور حقیقی تعبیر و تشریح ہے۔ فقہاء کرام کے اجتہادات و ترجیحات کا پاس ولحاظ ہے۔

9۔ سلفیت ہی میں دین کی وسطیت واعتدال ہے۔

10۔ غلو، افراط سے پاک صحابہ کرام اور اہل بیت کے ساتھ محبت، مودت اور بے حد احترام بھی ہے۔

11۔ روافض، خوارج، کے گمراہ کن عقائد ظلم وجور سے برأت بھی ہے۔

12۔ حق و باطل کے گڈ مڈ ہونے سے بچنے کی تلقین اور تاکید بھی ہے۔

13۔ فقہاء کرام و مجتہدین وائمہ کے اجتہادات سے استفادہ کا ذوق بھی ہے اور تقلید جامد سے دور رہنے کا طریقہ بھی ہے۔

14۔ شدت پسندی، مداہنت، مرعوبیت و مغلوبیت جیسے منافقانہ صفات، افکار و خیالات سے حد درجہ اجتناب بھی ہے۔

15۔ ہر دور کے فتنوں، گمراہ کن افکار شخصیت پرستی، تکفیری فتوے، انا پسندی تکبر تحقیر تقصیر خود پسندی و شہرت طلبی جیسے اخلاق رذیلہ سے احتیاط کرنے کا جذبۂ صالح بھی ہے۔

دور حاضر میں منہج سلف سے انحراف کے اسباب

عصر حاضر میں بہت ساری تنظیمیں، جماعتیں اور فرقے جو اپنے آپ کو کتاب و سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ اور دعوت صرف کتاب و سنت ہے کیا یہ سچ ہے اور یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ہم کتاب و سنت کو مانتے ہیں؟

لیکن سوال یہ ہے کہ کتاب و سنت کو ماننے سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا معیار اور کسوٹی کیا ہے۔ یہ بنیادی سوال ہے اس کا واضح اور صحیح جواب یہی ہے کہ قرآن اور سنت کو اس کے نزول کے وقت سمجھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سابقون الاولون، انصار و مہاجرین کے فضائل اور ان کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ اگر ساری دنیا کے لوگ صحابہ کرام جیسا ایمان، وعقیدہ اور عمل اختیار کریں گے تو ہی ہدایت یافتہ ہوں گے اور نجات پائیں گے۔ اور ان کو ہی طائفہ منصورہ، فرقہ ناجیہ امت وسط سبیل المومنین، اہل السنہ، اہل الحدیث، اہل الاثر کہا گیا۔

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾(سورۃ التوبہ:100)

”اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔“

﴿ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۖ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾

(سورۃ البقرہ:137)

"اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پائیں، اور اگر منہ موڑیں تو وہ صریح اختلاف میں ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب آپ کی کفایت کرے گا اور وہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔"

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾ (سورۃ آل عمران:110)

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لیے بہتر تھا ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں لیکن اکثر تو فاسق ہیں۔"

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴾(سورۃ البقرہ:143)

"ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول (ﷺ ہیں کہ تم) تم پر گواہ ہو جائیں جس قبلہ پر تم پہلے تھے اسے ہم نے صرف اس لیے مقرر کیا تھا کہ ہم جان لیں کہ رسول کا سچا تابعدار کون ہے اور کون ہے جو اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتا ہے گو یہ کام مشکل ہے، مگر جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے ان پر کوئی مشکل نہیں اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال ضائع نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کرنے والا ہے۔"

﴿ قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴾(سورۃ یوسف:108)

"آپ کہہ دیجیے میری راہ یہی ہے، میں اور میرے پیروکار اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں نہیں۔"

دعوت فکر کے لیے ہر آدمی کی سمجھ، فکر اور سوچنے کا انداز الگ ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث کو لوگوں کی عقل پر نہیں چھوڑ دیا گیا، کیوں کہ اس سے دین کی اصل باقی نہیں رہے گی اس لئے قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لیے فہم سلف ضروری ہے۔ قرآن وسنت پر عمل اور اس کی دعوت حقیقت میں اسی وقت درست اور صحیح ہوگی جب آپ سلف صالحین کے فہم و منہج کے مطابق اس کو سمجھیں یہی امت کے اتحاد اجتماعیت اور خیر کا راستہ ہے اور گمراہی سے بچنے فتنوں سے نجات پانے دین سے منحرف ہونے سے بچنے کا یہی راستہ ہے اور اسی میں کامیابی نجات و غلبہ کی گارنٹی دی گئی ہے۔

امت مسلمہ میں دین وشریعت سے دوری، انحراف کی وجہ یہی ہے کہ

ہر فرقہ اپنے عقیدہ ونظریہ کو ہی صحیح سمجھتا رہا اور اندھی تقلید کرتا رہا کیوں کہ اس کو بچپن سے یہی سکھایا پڑھایا گیا کہ

4۔ان چیزوں کو مان لینا جو وحی کے ذریعہ ثابت ہو، جو حقیقی طور پر غور وفکر کے بعد سمجھ میں آئے۔

5۔علم کلام اور فلسفہ کی طرف مائل نہیں ہوتے اور امور غیب میں عقل کو دخل نہیں دیتے۔

6۔ ایک مسئلہ کے متعلق تمام دلائل کو جمع کرتے ہیں۔

7۔وہ اللہ کے لئے کوئی ایسی صفت بیان نہیں کرتے جو صفت اللہ نے خود اپنے لئے یا پھر رسول ﷺ نے اللہ کے لئے بیان نہ کی ہو۔

8۔ اسماء وصفاتِ الٰہیہ کو ویسا ہی تسلیم کرتے ہیں جیسا اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے بیان کیا ہے اس کی تشبیہ تمثیل اور تاویل نہیں کرتے۔

☆☆☆

دل کو بگاڑنے والی چیزیں

امام ابن قیم رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ

وأمّا مفسدات القلب الخمسة :

1- كثرة الخلطة،

2- والتمني،

3- والتعلق بغير الله،

4- والشبع،

5- والمنام.

فهذه الخمسة، مِن أكبر مفسدات القلب..

دل کو بگاڑ دینے والی پانچ چیزیں ہیں:

1۔ میل جول کی کثرت؛

2۔دنیوی آرزوئیں؛

3۔غیر اللہ سے وابستگی؛

4۔پیٹ بھرنے میں لگے رہنا

5۔اور نیند کی بہتات!

یہی پانچ چیزیں سب سے زیادہ دل کو فساد آلودہ کرنے والی ہیں۔"(مدارج السالکین،1:453)

☆☆☆☆

تاریخ اہل حدیث

ڈاکٹر بہاء الدین

خلاصۃ التحقیق:

جناب سرفراز خان صفدر نے مل ملا کر کل تیئس (2) جرحیں پیش کیں جن میں سے چار (ابن المدینی، ترمذی، ابن نمیر اور ابوزرعہ الرازی) کو جارحین میں ذکر کرنا باطل ہے، ابن الندیم الرافضی کی جرح یا تعدیل کا ہونا نہ ہونا برابر ہے باقی اٹھارہ کے مقابلے میں ہم نے پچاس سے زائد حوالے پیش کر دیئے ہیں، لہٰذا سرفراز خان صفدر کا یہ دعوی:

تقریباً پچانوے فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایت حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں ان کی روایت کسی طرح بھی حجت نہیں ہو سکتی اور اس لحاظ سے ان کی روایت کا وجود اور عدم وجود بالکل برابر ہے۔

(احسن الکلام:2/70، دوسرا نسخہ جلد2 ص77)

بالکل جھوٹا دعوی اور باطل مردود ثابت ہوا۔ اور واضح ہوا کہ محمد ابن اسحاق بن یسار تشیع، قدریت اور تدلیس کے ساتھ موصوف ہونے کے باوجود جمہور کی توثیق کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث تھے بشرطیکہ ان کی بیان کردہ روایت میں سماع کی تصریح ہو اور روایت شاذ و معلول نہ ہو۔ سیرت، مغازی اور فضائل ہوں یا احکام و عقاید اور حلال و حرام کی روایات محمد بن اسحاق بن یسار المدنی حسن الحدیث تھے، رحمہ اللہ۔

(ماہنامہ الحدیث۔ حضرو، اپریل 2010ء۔ جلد 7 شمارہ 4۔ عدد مسلسل 71۔ مختصراً)

ایک جعلی دستاویز: مناظرہ مرشد آباد میں ایک توبہ نامے کا ذکر بھی ہوا تھا جو بقول احناف، میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ نے مکہ معظمہ میں لکھ کر دیا تھا۔

یہ توبہ نامہ جعلی تھا۔ جناب محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مکہ معظمہ میں میاں صاحب سے منسوب توبہ نامہ سے متعلق اس تحریر کی اصلیت کی تصدیق کا کوئی مدعی ہو تو ہم کو مولانا کی اصل دستخطی تحریر یا اس کا فوٹو گراف دکھا دیں جیسا کہ ہم خط پاشا مکہ کا فوٹو پیش کرتے ہیں۔ ہندوستان سے کسی مسلمان فوٹو گرافر کو سو دو سو روپیہ خرچ کر کے مکہ شریف بھیج دیں وہ اصل تحریر نہ لا سکے تو اس کا عکس ہی اتار لاوے۔ اس کے مصارف کا ان حضرات مخالفین مولانا ممدوح سے تحمل نہ ہو سکے تو نصف خرچ ہم سے لیں۔

مولانا ممدوح کی اصل تحریر یا اس کا فوٹو گراف ہندوستان میں آ گیا اور اس کو چار معتبر اشخاص دو مسلمان (ایک اہل حدیث، ایک اہل تقلید)، دو مذہب غیر (ایک ہندو، ایک عیسائی) نے مولانا ممدوح کی قلم سے (جیسا کہ توبہ نامہ جعلی میں بقلم خود لکھا ہے) لکھا ہوا برقرار دیا اور بعینہ وہ عبارت (جو اشتہار مطبوعہ مطبع مکہ میریہ وغیرہ میں شائع کی گئی ہے) دستخطی جناب مولانا ممدوح نکل آئی تو ہم اس تحریر کو مان لیں گے اور جہاں تک ہمارا بس چلا، ہم اپنے گروہ کے لوگوں سے مولانا ممدوح کی اس بات کی کہ میں نے مکہ میں توبہ نامہ نہیں لکھا، تکذیب کرائیں گے۔ اگر کوئی تکذیب نہ کرے گا تو ہم خود جو ان کے اخصّ تلامذہ سے اور دلی معتقد و مرید ہیں، تکذیب کریں گے اور اس کی خوب تشہیر کریں گے اور اس امر میں ان کی نصرت سے ہٹ جائیں گے اور ان کی حمایت اور برائت میں پھر کبھی قلم نہ اٹھائیں گے۔ ہم اس پر خدا کی قسم کھاتے ہیں اور اس کو ضامن و گواہ بناتے ہیں واللہ ثمّ باللہ ثمّ تاللہ وکفی باللہ وکیلاً وکفی باللہ شھیداً۔ اس سے بڑھ کر ہماری نیک نیتی و صداقت پر کوئی اور دلیل کیا چاہیے گا اور اس توبہ نامہ کے صدق یا اس کے برخلاف کے امتحان کا کوئی اور سبیل کیا بتائے گا؟

خط یا روبکار پاشا مکہ بنام پاشا مدینہ صاف اور یقینی شہادت دیتی ہے کہ یہ توبہ نامہ جعلی ہے اس خط میں برأت ذمہ کا بیان ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو جرم مولانا ممدوح کے ذمہ لگائے گئے تھے وہ ان سے سرزد نہیں ہوئے اور یہ مضمون (توبہ نامہ کے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ جرم سرزد ہوئے تھے پھر ان سے مولانا تائب ہوئے) صریح مخالف ہے اور اس خط کی صداقت میں تو کوئی شک نہیں کر سکتا کیونکہ اس پر پاشا مکہ کی خاص مہر ثبت ہے اور مخالفین مولانا ممدوح نے بھی اس کو تسلیم کر لیا ہے (دیکھو کشف الاخبار بمبئی نمبر 11 جلد 31 کالم 1 سطر 4 جس میں پروانہ راہ داری کی تفسیر ان الفاظ سے کی گئی ہے۔ جو حاکم مکہ نے بعد ان کے تائب ہونے بخواہش ان کے دیا تھا۔) لا جرم اسی توبہ نامہ کو (جو اس کے مخالف ہے) جعلی کہنا پڑے گا۔

اس خط کے موجود ہونے یا اس پر پاشا مکہ کی مہر ثبت ہونے میں کسی کو شک ہو تو مواضع مفصلہ ذیل سے، جس مقام میں چاہے اصل خط یا اس کا فوٹو گراف دیکھ لے۔ اصل تو دو مقام (دہلی اور لاہور) دکھایا جا سکتا ہے اس کا فوٹو گراف مواضع ذیل میں ہے:

☆ضلع ناگپور حکیم محمد دلاور خان، سیالکوٹ مولوی غلام حسن، امرتسر مولوی احمد اللہ، حیدر آباد دکن مو لوی چراغ علی یا مولوی صلاح الدین، ایبٹ آباد بابو غلام محی الدین کلرک فارسٹ ڈیپارٹمنٹ، راولپنڈی منشی محمد سعید، آرہ مولوی محمد ابراہیم، رحیم آباد شیخ احمد اللہ، الہ آباد مولوی محمد حسین دائرہ شاہ حجۃ اللہ، سکھر میاں محمد رمضان، بنارس مولوی محمد سعید مہتمم مدرسہ اسلامیہ، کہوری ضلع ساگر ڈاکٹر سید جمال الدین، بنگلور مولوی محمد شریف مہتمم منشور محمدی، کلکتہ مولوی عطاء الرحمن کلرک حفظان صحت، بمبئی حافظ عظیم اللہ یا مولوی عنائت اللہ، لکھنئو مولوی عبد الحی، بھیرہ حکیم فضل الدین۔ لودہانہ مولوی محمد حسن، پٹنہ مولوی سید احمد حسین، مدراس مولوی سید فخر الدین، پشاور ماسٹر غلام حسین یا مولوی رحمت اللہ، ملتان منشی محمد، پٹیالہ منشی احمد حسن، نابہ ڈاکٹر فیض محمد خان، پورٹ بلیر ڈاکٹر کبیر الدین، نصیر آباد حاجی احمد حسین نقل نویس، جبل پور مولوی محمد یسین یا شیخ عبد الغنی، وزیر آباد حافظ عبد المنان، جالندھر منشی دین محمد، ہوشیار پور مولوی الہی بخش۔

ان حضرات میں بعض اشخاص ایسے بھی ہیں جن سے ہم کو سابق راہ ورسم خط وکتابت نہیں ہے۔ ان کی خدمت میں ہم بلا تعارف واستحقاق سابق (ان کو امین و خیر خواہ اسلام وطالب وفاق اہل اسلام سمجھ کر) یہ خط ارسال کریں گے۔

وہ حضرات ازراہ لطف وکرم لوگوں کو یہ خط ملاحظہ کرائیں اور مولانا ممدوح کو تہمت اہانت سے اور پاشاکہ کو الزام ظلم اور داروگیر ومزاحمت بے جا سے بری کریں تاکہ مسلمانوں کا باہمی جوش ونفرت کم ہو اور کوئی صورت وفاق پیدا ہو۔

اسی طرح مولانا ممدوح کے مخالفین (اگر وہ اس آتش بغض وعناد وفتنہ وفساد کو بدستور مشتعل رکھنا چاہتے ہیں) مولانا ممدوح کے توبہ نامہ کے فوٹو گراف کو جابجا مشتہر کریں اور نہیں تو دہلی ولاہور میں ہی سہی۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد 6۔ ص 329۔333)

اس دستاویز کے جعلی ہونے کی بات جناب ابو الکلام آزاد نے لکھا ہے:

ایک توبہ نامہ بھی مولانا نذیر حسین مرحوم کا بعض رسالوں میں میری نظر سے گزرا ہے اور وہ مباحثہ مرشد آباد میں بھی پیش کیا گیا تھا لیکن اس کے فرضی ہونے پر میں ایسی ایسی شہادتیں رکھتا ہوں، جن سے زیادہ قابل اعتبار شہادتیں اور نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ جو تحریر مولانا نذیر حسین نے دی تھی، وہ بارہا والد مرحوم نے مجھے حرف بحرف سنائی ہے اور وہ وہی ہے جس کا ابھی ذکر کر چکا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں فتنے سے بچنے کے لئے ایجابی طور پر جس وضاحت سے انہیں اپنے عقائد بیان کرنا چاہیے تھا، اس سے انہوں نے گریز کی، لیکن منفی طور پر انہوں نے اپنے اصلی عقائد سے ہر گز انکار نہیں کیا، اور ان حالات کو دیکھتے ہوئے، جو انہیں وہاں پیش آئے تھے، ان کے اس تسامح کو کوئی بھی قابل الزام کمزوری نہیں قرار دے سکتا۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ حریف کے ساتھ بحث وجدال میں اتر آتے، تو نتیجہ نہائت ہولناک ہوتا۔

(آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی۔ ص 63۔66)

اس کی نظیر امام ابو حنیفہ کے طرز عمل میں ملتی ہے جیسا کہ جناب مناظر احسن نے لکھا ہے:

ضحاک نامی خارجی نے عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز والی کوفہ کو شکست دے کر (مروان بن محمد بن مروان کے دور میں) کوفہ پر قبضہ کیا۔۔۔ جب امام (ابو حنیفہ) خارجیوں کے قائد کے پاس آئے تو لوگوں نے توجہ دلائی۔ هذا شيخهم

"یعنی کوفہ کے مسلمانوں کا یہ مذہبی پیشوا ہے۔۔"

خارجیوں کا دستور تھا کہ وہ ہر مسلمان سے توبہ کراتے تھے۔ اس لئے کہا تب یا شیخ من الکفر۔ امام نے کہا:

انا تائب من کل کفر

"میں ہر کفر سے تائب ہوں۔"

کسی نے خارجی لیڈر سے کہا کہ کفر سے ان کی مراد تمہارے عقائد سے توبہ ہے۔ اس لئے اس نے پوچھا۔ شیخ ہم نے سنا ہے کہ جس کفر سے تم نے توبہ کی ہے اس سے مراد ہمارے عقائد اور ہمارا طریقہ کار ہے۔ امام نے کہا: جو تم کہہ رہے ہو کیا یہ صرف ظن اور گمان کے سوا اور بھی کچھ ہے۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ کفر سے میں نے وہی مراد لیا ہے جسے میری طرف تم منسوب کرتے ہو۔ لیڈر نے کہا ہاں! صرف گمان اور ظن ہے، یقین سے کیسے کہا جا سکتا ہے۔ امام نے کہا:

﴿إِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ إِثۡمٌ﴾

"کہ بدگمانی کر کے تم نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اب آپ اس کفر سے توبہ کیجئے۔

خارجی نے کہا تم نے سچ کہا اور میں اس کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ لیکن تم بھی کفر سے توبہ کرو۔ امام نے اپنے پہلے جملے کو دہرایا:

میں ہر قسم کے کفر سے اللہ کی درگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ کہتے ہیں خارجیوں نے یہ سن کر آپ کو چھوڑ دیا۔

جناب مناظر احسن گیلانی کہتے ہیں بطور طعن کے بعض تاریخوں میں امام کی طرف یہ منسوب کیا گیا ہے کہ کفر سے امام کی توبہ کرائی گئی ہے۔ لیکن اس توبہ کی اصل حقیقت یہی ہے۔

(دیکھو موفق: 1 / 177؛ (امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی۔ 181۔182)

☆☆☆

وصلّى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله و صحبه أجمعين.والحمد لله ربّ العالمين.